جلد 15 شمارہ 11 ماہ نومبر 2013ء محرم الحرام 1435ھ
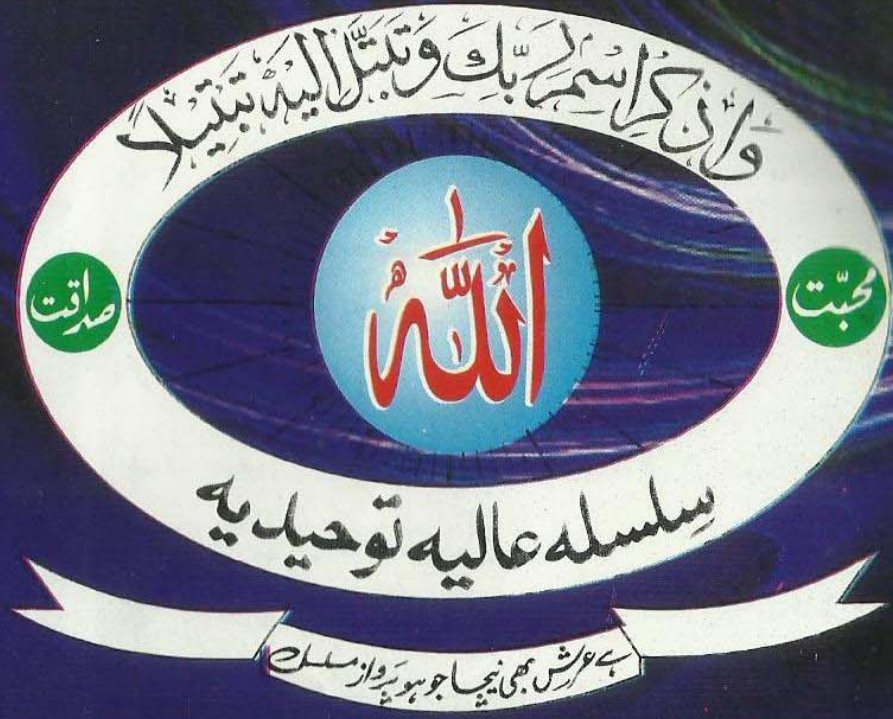
ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

ماہنامہ
فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ
فلاح آدمیت
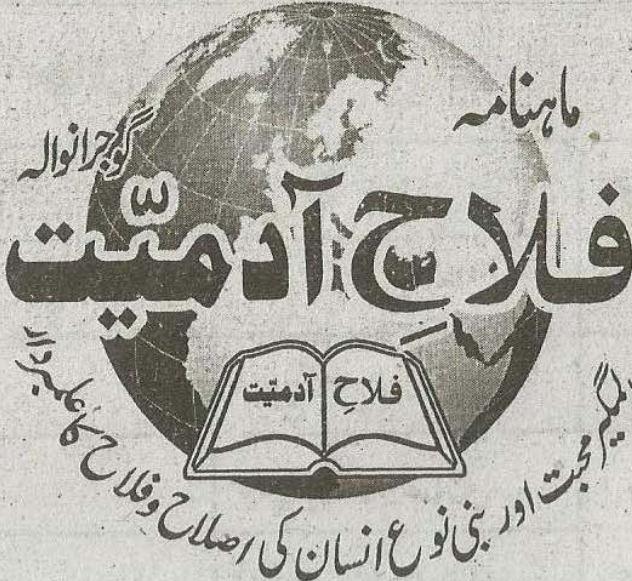
نگران و سرپرست اعلیٰ: محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مدیر
احمد رضا خان
0321-6400942

نائب مدیر
سید رحمت اللہ توحیدی
0333-4552212

معاون مدیر
خالد محمود توحیدی
0300-7374750

مجلس ادارت
خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی
ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین
پیر خان، عتیق احمد عباسی
ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر غلام شبیر شاہد

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 0344-9000042/055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

﴿اس شمارے میں﴾

عرض خاص

تمام بھائی شجرہ عالیہ توحیدیہ میں شامل کئے جانے والے شعر سے گزشتہ شمارہ میں آگاہ ہو چکے ہیں اس شعر میں تصحیح فرمالیں۔

بقولِ شیخ آں یعقوب عارف　　بود در سلسلہ جانِ معارف

"اس یعقوب کے صدقے جو اپنے مرشد کے بقول عارف ہوگا۔ اور سلسلہ کیلئے جان معارف ثابت ہوگا۔

اس شعر کا کچھ پس منظر بھی قارئین کیلئے درج کیا جارہا ہے۔

یہ شعر گزشتہ شمارے میں شجرہ عالیہ توحیدیہ میں ترتیب کے مطابق شائع ہوا تھا۔ یہ شعر پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کے Head نے تحریر فرمایا مگر یہ ہو بہو وہ شعر نہیں ہے جو پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فارسی سے موصول ہوا۔ موصول ہونے والے دو اشعار تھے جو شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ کے پوری طرح وزن پر نہ تھے۔ قبلہ محمد یعقوب توحیدی مدظلہ علیہ نے ان اشعار کو بنیاد بنا کر ایک شعر ان ہی میں سے ترتیب دیا جسے مزید اصلاح اور رائے کیلئے کئی اصحاب نے دیکھا۔ بالآخر گوجرانوالہ سے مولانا محمد الیاس صاحب سے مشاورت کے بعد اس شعر کو حتمی شکل دی گئی۔

کیونکہ یہ شعر مجلّہ فلاح آدمیت کو مجلّہ کی ادارتی ٹیم کے ایک رکن سید رحمت اللہ شاہ کی طرف سے بذریعہ E-Mail موصول ہوئے اس لئے یہ پورا شجرہ ان کی طرف سے شائع ہوا تاہم سید رحمت اللہ توحیدی شجرہ یا اس کا کوئی شعر لکھنے والے نہیں ہیں۔

تمام مریدین ایک اور بات نوٹ فرمالیں کہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اصل نام "محمد یعقوب" ہے آپ کا نام "محمد یعقوب خان" نہیں ہے اگر چہ آپ کا تعلق مانسہرہ کے علاقہ سے ہے مگر آپ "خان" نہیں ہیں۔ مریدین سلسلہ بالخصوص نوٹ فرمالیں۔

(ادارہ)

درس حدیث غصہ فساد کا سبب

(مولانا فضل الرحیم)

عن ابی هریره رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس الشدید بالصرعة انّما الشدید الذی یملک نفسه عندالغضب۔ (رواه البخاری، مسلم)

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلوان اور طاقت ور وہ شخص نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔"

انسان جب اپنے مزاج، خیالات، اصولوں اور خواہشات کے خلاف کوئی بات ہوتی دیکھتا ہے تو اس کی طبیعت میں شدت پیدا ہوتی ہے اسے غصہ کہتے ہیں۔انسان کے اندر غصہ ہونا ایک خوبی ہے اور غصہ نہ ہونا ایک عیب ہے اس لئے کہ اگر انسان اصولوں اور مزاج کے خلاف بات دیکھنے کے باوجود طبیعت میں شدت محسوس نہ کرے تو یہ بزدلی ہے۔

اگر احکام شرعیہ یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی پر غصہ آئے تو بہت اچھا ہے لیکن اس غصہ پر عمل اور غصہ کا اظہار بھی احکام شرعیہ کے مطابق ہونا ضروری ہے ورنہ یہ غصہ بھی وبال بن سکتا ہے جیسے اولاد کے نماز نہ پڑھنے پر غصہ آنا، ان کی نافرمانی پر غصہ آنا، دوسرے لوگوں کو اسلامی احکامات کے خلاف عمل کرتے دیکھ کر غصہ آنا کمال ایمان کی علامت ہے اس بارے میں آپ ﷺ نے یہ ہدایات دیں کہ اگر تم میں سے کوئی برائی ہوتے دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کرسکتا ہو تو کم از کم اس برائی کو دل سے برا سمجھے۔"

اگر غصہ اپنے مفاد، اپنے خیالات، ذاتی اصولوں اور ذاتی خواہشات کے خلاف ہوتا دیکھ کر آئے تو اس غصہ کو دبانا ضروری ہے، یہی غصہ بُرا ہے۔ قرآن کریم میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی **والکاظمین الغیظ** (وہ لوگ جو غصہ پر ضبط کرنے والے ہوتے ہیں) غصہ کا آنا فطری ہوتا ہے لیکن متقی کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس پر قابو رکھتا ہے۔ جو نفسانیت کی وجہ سے ہو، اور اس غصہ میں مبتلا ہو کر انسان اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر جائے اور احکام شریعت کا پابند نہ رہے لیکن جو غصہ اللہ کی خاطر ہو، حدود الٰہیہ سے تجاوز نہ کرے تو یہ کمال ایمان کی نشانی ہے۔ عربی کا قیمتی جملہ ہے اوّل الغضب جنون و آخرہ ندم۔ (غصہ کی ابتداء پاگل پن ہے اور اس کا انجام شرمندگی ہے۔) انسان غصہ میں مبتلا ہو کر بلڈ پریشر ہائی ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو طاقتور اور بہادر سمجھتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے، توڑ پھوڑ کرتا ہے۔ بسا اوقات قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی قطعی ہے کہ چاہے کتنے ہی مضبوط اعصاب کا مالک ہو کتنا ہی شقی القلب کیوں نہ ہو آخر کار اپنے کیے پر شرمندہ ضرور ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہادر وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔ غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پانے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے اگر غصہ ختم ہو جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔(**رواہ الترمذی**) دراصل جب انسان غصہ میں ہوتا ہے تو اس کے اعصاب میں تناؤ آجاتا ہے جب وہ اپنی جسمانی کیفیت کو بدلے گا تو اعصابی تناؤ میں کمی واقع ہوگی اور اس طرح غصہ کم ہو جائیگا۔ غصہ میں اپنے آپ پر قابو پانے کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایت دی ہے کہ "جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ اس وقت خاموشی اختیار کرے (**رواہ احمد**) بارہا تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ انسان غصہ کے وقت جو منہ میں آئے کہہ دے تو اس سے حالات اور زیادہ بگڑ جاتے ہیں لیکن غصہ کے وقت خاموش ہو جائے تو ذہن ٹھنڈا ہونے کے بعد اس بات کا اتنا عمدہ علاج اور حل ذہن میں آتا ہے کہ وہ مسئلہ

بخوبی حل ہوجاتا ہے۔ابوداؤد میں عطیہ بن عروہؓ سے روایت میں غصہ کا ایک عمدہ علاج رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "غصہ شیطان کے اثر سے آتا ہے اور شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی اور آگ کو پانی بجھاتا ہے لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ وضو کر لے "۔اور طبی نقطہ نظر سے بھی یہی ہدایت کی جاتی ہے کہ جب بلڈ پریشر ہائی ہوجائے تو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر مارے جائیں ۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی بندے نے کسی چیز کا کوئی گھونٹ ایسا نہیں پیا جو اللہ تعالٰی کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے افضل ہو جسے کوئی بندہ اللہ تعالٰی کی رضا کی خاطر پی جائے ."۔(رواہ الترمذی وابوداؤد)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص غصہ کو اس حال میں پی جائے کہ اس میں اتنی طاقت اور قوت تھی کہ اپنے غصہ کے تقاضے کو پورا کر سکتا تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اسے بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ جنت کی حوروں میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے منتخب کرے۔"

اللہ ربّ العزت ہمیں جائز غصہ میں بھی شرعی حدود سے تجاوز کرنے سے محفوظ فرمائے، اور ناجائز غصہ میں اپنے آپ پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارے گھر، محلے، خاندان اور پورا معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

....

معائب اخلاق

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

چند معائب اخلاق جو اجتماعی حیثیت سے قوم کی تعمیر یا تخریب کا باعث ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے زوال کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا اخلاق قرآنی معیار سے بہت ہی زیادہ گرا ہوا ہے اور جب تک وہ اخلاق میں معیاری ترقی نہ کریں، دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے مقابلہ میں ہرگز سر بلند نہیں ہو سکتے۔ جو آدمی جتنا زیادہ متقی ہے یعنی زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اتنا ہی وہ شریف ہے۔ لیکن آج کل مسلمانوں نے شرافت کا معیار یورپ کی تقلید میں یہ قرار دے لیا ہے کہ جو جتنا زیادہ مالدار یا بڑا افسر ہے، اتنا ہی وہ شریف ہے۔ اس تخیل سے معاشرہ میں بڑی خرابیاں اور کمزوری پیدا ہوگئی ہے، اس نظریہ کو فوراً بدلنے کی ضرورت ہے۔

تجسس اعمال اور بدگمانی: سورہ حجرات میں ارشاد ہوتا ہے ''اے ایمان والو بات بات پر بدگمانی نہ کیا کرو کیوں کہ اکثر بدگمانیاں گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے افعال کی جستجو میں نہ رہا کرو'' لیکن باوجود ان صاف احکامات کے، اکثر مسلمان اس قبیح عادت میں مبتلا ہیں۔ بدگمانی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ دل ہر وقت برائی کی طرف مائل رہتا ہے اور رفتہ رفتہ برائی کا خوگر ہو جاتا ہے، ایسے دل میں نیکی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ ایسے آدمیوں کا اخلاق بہت ہی گندہ ہوتا ہے۔ بدگمانیاں آنکھوں پر پردہ ڈال دیتی ہیں اور حق بینی سے محروم رکھتی ہیں، جس سے بعض مرتبہ نقصان عظیم پہنچتا ہے۔ ایک سچا واقعہ ہے کہ ایک شخص جو فوجی ملازم تھا کسی ٹریننگ کے لیے چھ ماہ کے واسطے انگلستان گیا اور بیوی کو اکیلا گھر پر چھوڑ گیا۔ جب واپس آیا تو کسی وجہ سے بیوی پر بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اس ٹوہ میں رہنے لگا کہ اس کی کوئی حرکت بچشم خود دیکھے۔ مکان کے دو دروازے تھے، ایک دن پچھلے دروازے سے مکان میں داخل ہوا، بیوی دوسرے دروازے پر کھڑی کسی سے باتیں کر رہی تھی، چھپ کر سننے لگا، ایک فقرہ جو آخر پر صاف طور پر سنا یہ تھا ''کل

آنا کل دوں گی'' یہ سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔غصہ کے مارے عقل جاتی رہی، پستول لگا ہوا تھا، فائر کیا غریب عورت وہیں ڈھیر ہو گئی۔دوسرے دن شام کو ایک فقیر آیا گھر پر بھیڑ تھی۔ایک آدمی سے کہا بی بی جی سے کہنا وہ فقیر آ گیا ہے، اس نے جواب دیا کہ بی بی جی تو مر گئی۔سن کر بہت رنجیدہ ہوا، کہنے لگا بڑی ہی نیک بی بی تھی، کبھی سائل کو گھر سے خالی نہ جانے دیتی تھی۔مجھے ہمیشہ خیرات دیتی تھی، کل میں آیا تو کل بھی کچھ پیسے دیئے تھے۔میں نے پہننے کے لئے کپڑا مانگا تو وعدہ کیا کہ ''کل آنا دونگی''۔لوگ مجرم کے منہ سے یہ فقرہ پہلے ہی کئی بار سن چکے تھے، فقیر کو ٹھہرا لیا، اس کا پتہ لکھا اور کوٹ مارشل میں بطور گواہ پیش کیا۔مجرم کو پھانسی کی سزا ہوئی جو بعد میں نو برس کی قید با مشقت میں تبدیل ہو گئی۔دیکھا آپ نے بدگمانی کا ثمرہ، کس طرح بنا بنایا گھر تباہ ہو گیا۔اس لئے جب تک بچشم خود نہ دیکھ لو ہرگز کسی کے متعلق بری رائے قائم نہ کرو اور بچشم خود دیکھنے کے بعد بھی پردہ پوشی کرو۔اللہ تعالیٰ بھی تمہارے عیبوں کی پردہ پوشی کرتا ہے، ہاں عدالت میں گواہی دینی پڑے تو بالکل سچی بات بیان کرو، وہاں کسی کے جرم کو چھپانا گناہ ہے۔بدگمانی یہ بھی ہے کہ تم کسی کے متعلق یہ فرض کر لو کہ وہ تمہارا بدخواہ ہے یا تم کو ذلیل سمجھتا ہے۔

ایسی بدگمانی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم بھی اس کو ذلیل سمجھنے لگتے ہو اور اس کے بدخواہ بن جاتے ہو۔اس طرح دلوں میں اکثر اوقات بے وجہ فرق پڑ جاتا ہے اور جماعت میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔اس برائی سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جس کے متعلق تمہارے دل میں ایسی بدگمانی پیدا ہو خود اس سے صاف صاف بیان کرو تا کہ دل صاف ہو جائیں اور اگر تمہارا خیال صحیح ثابت ہو تو برا نہ مانو۔اپنے اخلاق کی طاقت سے اپنے مخالف پر فتح حاصل کرو اور اس کو اپنا بنا لو۔یاد رکھو نفرت سے نہیں محبت سے ہی فتح کیا جا سکتا ہے۔

غیبت اور بدگوئی: غیبت، بدگوئی اور چغلی بھی نہایت نقصان دہ اور قبیح عادت ہے۔اجتماعی نقطۂ نظر سے جتنا نقصان اس عادت سے قوم کو ہوتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے سورہ حجرات میں غیبت سے اور سورہ نساء میں بدگوئی سے منع فرمایا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے تو غیبت کو زنا سے بھی زیادہ شدید گناہ قرار دیا ہے۔ جب صحابہ کبارؓ نے رسول اکرم ﷺ سے یہ سنا تو کہا یا رسول اللہ ﷺ غیبت زنا سے بڑھ جائے یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اگر کوئی زنا کرے اور توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیتا ہے، لیکن غیبت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں معافی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ شخص جس کی بدگوئی کی گئی ہے معاف نہ کردے۔ اس حدیث کو پڑھ کر بہت سے مسلمان متعجب ہوتے ہیں، وہ اس کی نفسیاتی وجہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ زنا ایک ایسا فعل ہے جو بے حد احتیاط سے ہزار پردوں کے پیچھے چھپ کر کیا جاتا ہے اور زنا کے ہزار ہا واقعات میں سے ایک آدھ ہی منظر عام پر آتا ہے۔ برخلاف ازیں غیبت اور بدگوئی عوام کے سامنے مجلسوں میں کی جاتی ہے، تنہائی میں ہو ہی نہیں سکتی۔ اب ظاہر ہے جس بات کی جتنی زیادہ تشہیر ہوگی اتنا ہی لوگوں کو اس کا علم زیادہ ہوگا اور وہ اتنے ہی زیادہ اس کی طرف مائل ہوں گے۔ سینما اس بات کا سب سے روشن ثبوت ہے، جب سے لوگوں نے فلموں میں دھوکے، فریب اور راہزنی وغیرہ کے نئے نئے طریقے مشاہدہ کیے ہیں، نئے فیشن کے بدمعاش اور ڈاکو زیادہ پیدا ہوگئے ہیں اور ہوتے جارہے ہیں۔ اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ امن قائم رکھنے کے لئے برائیوں کا ذکر بھی نہ کیا جائے، صرف نیکیاں اور خوبیاں ہی بیان کی جائیں تاکہ لوگوں کے کان برائی کے نام سے آشنا نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے

لَا یُحِبُّ اللہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (النساء۔148)

یعنی ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ برائی کا ذکر بلند آواز سے بھی کیا جائے'' لیکن باوجود اس کے حالت یہ ہے کہ سینما کے پردوں، ناولوں، اخباروں، ادبی اور فلمی ماہناموں، مجلسی اور سیاسی پلیٹ فارموں حتیٰ کہ مذہبی مناظروں اور مساجد کے ممبروں تک سے بھی ہر وقت یہ گندگی فضا میں پھیلائی جاتی اور عوام کے دل و دماغ میں بسائی اور رچائی جاتی ہے۔ برائیوں کی تشہیر اس زمانہ میں اس قدر زور و شور سے ہو رہی ہے کہ معلوم ہوتا ہے دنیا میں اس کے سوا اور کوئی چیز موجود ہی نہیں

بہت سے ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں نے تو اپنا شعار ہی بنالیا ہے کہ ہر وقت گندگی اچھالا کریں ۔جنسی نکات ہوں یا غریبوں اور مزدوروں کی درد بھری حکایات جب لکھی جائیں تو ان میں دھوکا ، فریب ، بے حیائی، عصمت فروشی یا عصمت دری وغیرہ کا بیان ضرور ہو۔ یہ لوگ عالم اور فاضل اور ماڈرن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اتنا نہیں جانتے کہ دوسری زبانوں خصوصاً انگریزی میں ہزاروں ناول اور لاکھوں افسانے ایسے ہیں جن میں فحاشی کا نام ونشان بھی نہیں ۔باوجود اس کے وہ اتنے دلچسپ ہوتے ہیں کہ جب تک انسان ختم نہ کرلے ہاتھ سے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر ہمارے نوے فیصد ناول نویس اور فسانہ نگار فحش اور عریاں مضامین کے سوا اور کسی موضوع پر لکھ ہی نہیں سکتے ۔انہیں گندے، متبدل اور پیش پا افتادہ پلاٹوں کو ادل بدل کر نئے ناموں، نئی طرز نگارش سے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اخبارات میں زناء ، اغوا، چوری، ڈکیتی اور راہزنی کے واقعات کو نمایاں سرخیوں کے ساتھ نمایاں تر بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور ہر روز ہر اخبار میں ایسی خبریں عام طور پر بکثرت نظر آتی ہیں ۔ان صحافیوں پر ہی کیا منحصر ہے، ہمارے اکثر علماء، واعظ اور مناظر بھی جب تک دوسرے فرقوں کی برائیاں بیان نہ کریں اور ان کو گالیاں نہ دیں تقریر نہیں کر سکتے ۔اگر ان لوگوں سے کہا جائے کہ اس طرح برائیاں بیان کرنا منع ہے تو جواب دیتے ہیں کہ وہ ہم تو یہ اس لیے کرتے ہیں کہ لوگ ان کو پڑھ کر اور سن کر برائیاں کرنا چھوڑ دیں ۔اگر یہ لوگ سچے دل سے اسی بات کے قائل ہیں اور ان کا یہ جواب ریا کاری پر مبنی نہیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ صحافی اور علماء باوجود عالم و فاضل ہونے کے نفسیات انسانی کی الف ب ت سے بھی واقف نہیں ۔ان کو معلوم نہیں کہ انسان بالفطرت جذباتی واقع ہوا ہے، وہ نیکیوں کی نسبت برائی اور بدی کو جلدی اختیار کرلیتا ہے ۔ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ انسانی فطرت کو نہ علماء جانتے ہیں ، نہ ادیب اور نہ اہل صحافت ۔جب اللہ تعالیٰ برائی کی تشہیر کو پسند نہیں کرتا تو ہم علماء یا صحافیوں کی بات کو کیسے مان لیں ۔بعض آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی میں کوئی برائی یا عیب ہو اور وہ اس کی پیٹھ پیچھے بیان کردیا جائے تو وہ غیبت نہیں ہے صحابہ ؓ نے رسول اکرم ﷺ سے یہی سوال کیا تو

حضورﷺ نے فرمایا کہ یہی تو غیبت ہے اگر تم کسی کے متعلق ایسی برائیاں بیان کرو جو اس میں نہیں ہیں تو اس کو بہتان کہتے ہیں۔

چغلی: چغلی بھی بدگوئی کی ایک قسم ہے۔ یہ عام لوگوں کے علاوہ دفتروں، کارخانوں اور تجارتی اداروں وغیرہ کے ملازمین میں حد سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ نالائق، کام چور اور فسادی قسم کے ملازمین جو ناجائز طریقوں سے افسروں کو خوش کر کے ترقی حاصل کرنا چاہتے ہیں، چغل خوری اور خوشامد سے اپنا مدعا حاصل کرتے ہیں اور یہ افسر لوگ ستر پچھتر فیصدی کانوں کے اس قدر کچے اور عقل کے اس قدر اندھے ہوتے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے بلاتحقیق ان مطلب پرستوں کی بات پر یقین کر کے مستحق لوگوں سے ناراض ہو جاتے ہیں اور انہیں نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ اس تمام عملے میں ہراس، بے دلی اور بدنظمی پیدا ہوتی ہے اور کام بجائے اچھا ہونے کے اور خراب ہو جاتا ہے۔ یہ چغل خور اور خوشامدی آج سے نہیں سینکڑوں برس سے ملک اور قوم کو تباہ کر رہے ہیں۔ عوام تو ایک طرف، کتنی ہی بادشاہتیں اور سلطنتیں ان کی وجہ سے برباد ہو گئیں۔ کیا ہمارے ماڈرن تعلیم یافتہ اور نفسیات انسانی کے ماہر حکام اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ ان دشمن انسانیت چغل خوروں اور حقیقی وفادار کارکنوں میں تمیز کر کے ان باتوں پر کان دھرنے کی بجائے انہیں سخت سزائیں دیں اور کیفر کردار تک پہنچا کر اس بہت بڑی برائی کا قرار واقعی انسداد کریں۔

حسد: یہ نہایت بری عادت ہے۔ حاسد دوسروں کو خوش دیکھ کر خواہ مخواہ دل میں جلتا رہتا ہے۔ جس سے خود اسی کو روحانی تکلیف ہوتی ہے، محسود کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ حسد جب بڑھ جاتا ہے تو حاسد اپنے محسود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور اکثر اوقات کامیاب ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس قوم میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی وہ قوم تباہ ہو جائے گی۔ اس لئے اگر قومی ترقی چاہتے ہو تو حسد سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم یاد رکھو کہ "خدا نے تم میں سے ایک دوسرے کو جو برتری دے رکھی ہے اس کا کچھ ارمان نہ کرو، مردوں نے جیسی کمائی کی ہو ان کا حصہ ہے اور

عورتوں نے جیسی کمائی کی ہے ان کا حصہ ہے، ہر وقت اللہ سے اس کے فضل کے طالب رہو وہ ہر چیز سے واقف ہے'' (سورہ النساء)

جھوٹ: جھوٹ اتنا بڑا گناہ اور اس کے نقصانات اس قدر واضح ہیں کہ یہاں ان کا بیان کرنا تحصیل حاصل ہے۔اس لیے ہم صرف ایک بات کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر تمام دنیا میں بالاتفاق ایک انٹرنیشنل ہفتہ جھوٹ کا منایا جائے اور اس ہفتہ میں کوئی شخص بھی کہیں اور کبھی سچ نہ بولے تو خود غور کر لیجئے کہ اس ہفتہ کے اختتام پر کیا یہ دنیا یہی رہے گی۔

لحاظ و مروت نہایت ہی نیک عادت اور شرافت کی علامت ہے۔لیکن ہماری قوم نے جہاں اور خوبیوں کو برائیوں میں بدل لیا ہے، لحاظ و مروت بھی اسی طرح کیا جاتا ہے کہ بجائے فائدے کے نقصان دیتا ہے۔لحاظ و مروت یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو چشم پوشی کرو تا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔مقروضوں سے تقاضہ میں سختی کرتے ہوئے شرم محسوس کرو، ان کے پاس روپیہ نہ ہو تو درگزر کرو کوئی سوال کرے تو ٹالتے ہوئے شرم آئے۔اس سے بھی زیادہ یہ کہ اگر کوئی سختی سے پیش آئے تو جواب میں سختی نہ کر سکو۔یہ سب اچھی باتیں ہیں لیکن لحاظ و مروت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی تمہیں نقصان پر نقصان اور تکلیف پر تکلیف پہنچاتا رہے اور تم لحاظ و مروت کی وجہ سے مداوا بھی نہ کرو۔

عجز و انکساری: عجز و انکساری بھی ایک اچھی عادت ہے لیکن صرف اسی وقت جب اس میں ریا کاری اور تصنع نہ ہو۔عجز و انکساری یہ ہے کہ جو لوگ مرتبہ، علم اور دولت اور وجاہت وغیرہ میں تم سے کمتر ہوں ان سے جب ملو، اس طرح ملو کہ انہیں اپنی کمتری کا احساس نہ ہو۔اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے محبت و عزت کا سلوک کرو، پاس بٹھاؤ، ساتھ کھلاؤ اور بے تکلفی سے پیش آؤ۔اگر تم ان کے گھر جاؤ تو ان کے بوریئے یا پھٹی ہوئی دری پر بیٹھنا اور ان کی چٹنی سے روٹی کھانا تم کو ذرا بھی ناگوار نہ ہو۔یاد رکھیئے کہ یہ غریب لوگ اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے کہ امراء اور حکام

وغیرہ ان سے میٹھی زبان بولیں اور عزت کا برتاؤ کریں۔اگر ہمارے امراء اور حکام صرف اتنا ہی کریں تو کمیونزم کا خطرہ بقدر پچاس فیصدی کم ہو جائے۔عجز و انکساری ہرگز یہ نہیں ہے کہ مسمسا سا منہ بنا کر بولو اور مصنوعی حرکات سے اپنے کو ذلیل وحقیر ظاہر کرنے کی کوشش کرو، یا اگر تم سے تمہارے مرتبہ علم و دولت وغیرہ کے متعلق پوچھا جائے تو حقیقت کو چھپانے اور اپنی کمتری کو ظاہر کرنے میں اتنا مبالغہ کرو کہ بات ریاکاری اور جھوٹ تک پہنچ جائے۔

اب سے پچاس سال پہلے کا ذکر ہے کہ بورڈ آف اگزامنر کے سیکرٹری کو جو کرنل تھا ایک ایسے شخص کی ضرورت پیش آئی جو اردو اور انگریزی دونوں کا ماہر ہو۔دریافت کرنے پر ایک ایسے مولوی صاحب کا پتہ لگا جو صرف اردو اور انگریزی ہی نہیں بلکہ فارسی اور عربی کے بھی فاضل تھے۔چنانچہ مولوی صاحب کو لکھا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو بورڈ آف اگزامنر میں ایک معقول آسامی دے سکتے ہیں۔انٹرویو کے لئے تشریف لے آیئے۔اس زمانہ میں بورڈ آف اگزامنر کا دفتر کلکتہ میں تھا،مولوی صاحب کلکتہ گئے اور کرنل صاحب کی کوٹھی پر پہنچ کر اپنا کارڈ بھیجا۔کرنل خود باہر نکل آیا اور مولوی صاحب کو باعزت و اکرام ساتھ لے جا کر کمرے میں بٹھایا،اِدھر اُدھر کی رسمی گفتگو کے بعد کرنل نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ اردو، فارسی،عربی اور انگریزی کے فاضل اجل ہیں۔ ہمیں ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔مولوی صاحب اگرچہ واقعی چاروں زبانوں کے ماہر تھے مگر اپنی لیاقت کا ذکر اپنے منہ سے کس طرح کر سکتے تھے،ازراہ انکسار فرمانے لگے نہیں حضور میں تو بہت معمولی سا علم رکھتا ہوں۔کرنل بولا،نہیں نہیں مجھ کو فلاں صاحب نے بتایا ہے اور آپ کی فضیلت کی بڑی تعریف کی ہے۔مولوی صاحب نے جواب دیا یہ ان کا حسن ظن ہے جو ایسا فرماتے ہیں ورنہ من آنم کہ من دانم، کہاں میں اور کہاں فضل و کمال۔اس کے بعد کرنل صاحب نے اور بھی کئی معززین کا حوالہ دیا کہ فلاں فلاں نے بھی آپ کے علم وفضل کے بارے میں یہی کہا ہے،لیکن مولوی صاحب ہر مرتبہ انکار اور اپنی ہیچ مدانی کا اظہار فرماتے رہے۔جب کافی دیر ہوگئی تو کرنل نے کہا اچھا میں سمجھا وہ کوئی اور صاحب ہوں گے جن کی بابت مجھے اطلاع

دی گئی تھی، معاف کیجئے گا سخت غلط فہمی ہوئی اور آپ کو ناحق تکلیف دی گئی آپ دفتر سے آمد و رفت کا کرایہ لیں اور تشریف لے جائیں۔ساتھ ہی اس نے گھنٹی بجائی اور چپڑاسی کو بلا کر کہا مولوی صاحب کو دفتر کا راستہ دکھاؤ۔اس پر مولوی صاحب بہت سٹ پٹائے اور کچھ کہنا چاہا مگر کرنل نے بات نہیں کی اور مولوی صاحب بے نیل و مرام واپس آئے، تو ایسی بھی عجز و انکساری کیا۔عجز و انکساری تو صرف یہ ہے کہ قول و فعل اور حرکات و سکنات سے رعونت، خشونت اور کبر و غرور نہ پایا جائے۔

کبر و غرور: غرور بہت ہی سخت برائی ہے۔افراد اور جماعتوں کے افتراق اور تباہی کے اسباب میں یہ ایک بڑا سبب ہے۔غرور یہ نہیں کہ تم اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، عالیشان مکانوں میں رہو، عمدہ سواریاں اور بہت سے نوکر چاکر رکھو۔غرور یہ ہے کہ دوسروں کو اپنے سے گھٹیا اور ذلیل و حقیر جانو، ان سے ملنا اور سیدھے منہ بات کرنا، اپنے لئے باعث عار سمجھو اور ان کو اپنے پاس بٹھانے میں شرم محسوس کرو۔اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات۔13)"خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے"۔ اور تم باوجود گناہ گار ہونے کے اپنے آپ کو شریف اور دوسرے غریب لیکن نیک لوگوں کو ذلیل خیال کرو غرور ان چیزوں سے پیدا ہوتا ہے، جسمانی طاقت، دولت، حسن، منصب، ذات پات، عبادت اور روحانی بزرگی۔یاد رکھو یہ سب چیزیں فانی ہیں، باقی رہنے والی صرف نیکی اور نیک نامی ہے۔مغرور آدمی نہ تو نیک ہوتا ہے نہ نیک نام، نہ خدا اس کو پسند کرتا ہے نہ دنیا۔سب سے خطرناک قسم کا غرور وہ ہے جو روحانی بزرگی یا عبادت پر ہو، اکثر سالک اس لئے مردود ہو جاتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں کہ وہ اپنے کشف و کرامات پر مغرور ہو کر دوسروں کو اپنے سے کمتر حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں۔ایسے عابد و زاہد جن کو حکمت و سلوک سے کوئی حصہ نہ ملا ہو اور جنہوں نے تزکیہ اخلاق نہ کیا ہو اور دوسروں کو گنہگار اور اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھ کر غرور کرتے ہیں، ان کا سب زہد و تقویٰ محض غرور کی وجہ سے خاک میں مل جائے گا اور کسی کام نہ آئے گا۔

یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ ہم جن کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں ممکن ہے ان کا کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہو ۔ کبر تو صرف کبریا ہی کو سزاوار ہے، بندہ سراسر عاجز اور گنہگار ہے ۔ اللہ ہی جانے ہم دن میں کتنے گناہ کرتے ہیں جو ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتے ، اس لئے کسی چیز پر کبھی غرور نہیں کرنا چاہئے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے ۔ غرور کا علاج یہ ہے کہ جب تمہیں اپنی برتری کا احساس ہو تو اپنے سے بہتر لوگوں پر نظر کرو اور جب احساس کمتری ستائے تو اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو۔

قناعت: بہت ہی اچھی صفت ہے لیکن آج کل اس کے معنی بھی صبر و توکل وغیرہ کی طرح غلط سمجھے جاتے ہیں ۔ قناعت یہ نہیں ہے کہ جو کچھ میسر آجائے اس سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو اور دل میں اللہ تعالیٰ سے شکایت اور ناشکری کے جذبات لیے ، جلتے اور کڑھتے رہو۔ قناعت یہ ہے کہ جس حال میں ہو سچ مچ خوش رہو اور آئندہ کے لئے برابر ترقی کی کوشش کرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کوششوں کو ضرور بارآور کرے گا ۔ جو آدمی ہر حال میں خوش رہتا ہے اس کے قوائے عمل کبھی سست اور مضمحل نہیں ہوتے ۔ وہ جو کچھ کرتا ہے پورے جوش کے ساتھ کرتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ جو کام بے دلی اور سستی سے کیا جاتا ہے، اس میں کامیابی نہیں ہوتی لیکن جو کام جوش اور خوشی سے کیا جاتا ہے اس میں اکثر کامیابی ہوتی ہے ۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا

”مسلمانو! یاد رکھو کہ تمہاری انفرادی اور قومی تباہی کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ تم نے قرآن کے خلاف عقیدے گھڑ لئے ہیں اور ان پر قائم ہو کر قرآن اور اللہ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے ۔ آج تم قرآن اور اللہ کی طرف لوٹ آؤ کل تم کو وہی عزت پھر حاصل ہو جائے گی جو قرونِ اُولیٰ میں تھی ۔ (اقتباس از ”تعمیرِ ملت“)

اصلاح فرد کی اہمیت

(محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

قومیں افراد سے بنتی ہیں۔جس قوم کے افراد خدا خوف، وفا شعار، دیانتدار اور با کردار ہوتے ہیں وہ ترقی کی منزلیں طے کرتی چلی جاتی ہے اور جس کے افراد اخلاق و کردار سے عاری اور ہوا و ہوس کے پجاری ہوں اس کے زوال کو کوئی نہیں روک سکتا۔حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیم کے مطابق سب برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور سارے نیک کاموں کا منبع اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ ہے یہی ایمان کا خلاصہ ہے۔جو انسان سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور آخرت کی زندگی کو تسلیم کرتا ہو اس کیلئے جرم و گناہ کی زندگی بسر کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ قوموں کی تعمیر کا کام ہمیشہ افراد کی تعلیم و تربیت سے شروع کیا جاتا ہے۔اللہ کے دین میں بھی اصلاح کیلئے یہی فطری طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

کسی عمارت کی تعمیر کیلئے استعمال کی جانے والی اینٹیں اگر پختہ، مضبوط اور معیاری ہونگی تو عمارت بھی پائیدار رہے گی اور اگر ناقص اور گھٹیا مسالا استعمال ہوگا تو بظاہر بڑی عالیشان اور آراستہ و پیراستہ عمارت کسی بھی وقت دھڑام سے گر سکتی ہے۔آپ ذرا اپنے وطن عزیز، جسے لاکھوں جانوں اور عصمتوں کی قربانی دے کر حاصل کیا گیا کے معاملات پر نگاہ ڈال لیں۔ آزادی کی بدولت اس سب سے بڑی اسلامی مملکت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اس سرزمین کے انتظام و انصرام کو اس طرح چار چاند لگاتے کہ اصلاح و فلاح، عدل و انصاف، امن و امان اور ترقی و خوشحالی کے لحاظ سے بیرونی دنیا اسے ایک مثالی ملک تسلیم کر کے دین اسلام کی حقانیت کی قائل ہو جاتی۔وائے ناکامی کہ ترقی و وسعت تو در کنار ہم اس ملک کو سنبھال بھی نہ سکے اور ہماری نادانیوں اور کفار کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ہمارا مشرقی بازو ہم سے الگ ہو گیا۔ اتنے بڑے سانحہ کے باوجود بھی ہم نے اپنا قبلہ درست نہ کیا اور ہمارے

اخلاقی انحطاط کے سبب ہماری معیشت اور معاشرت کے ہر شعبے کا آج جو حال ہے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔اس زوال کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنی قوم کے اخلاق و کردار کی اصلاح سے مکمل غفلت برتی اور تا ہنوز اسی روش پر گامزن ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اقوام عالم میں باوقار مقام حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کے مطابق پوری قوم کی تربیت کی جائے اور ملی مقاصد کے حصول کی خاطر ان میں یک جہتی اور یک رنگی پیدا کی جائے۔اس عظیم کام کی انجام دہی کیلئے ان میں یک رنگی پیدا کی جائے۔اس عظیم کام کی انجام دہی کیلئے کلمہ طیبہ۔**لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** کا متفقہ اور راہنما اصول موجود ہے جس کی روشنی میں ملت کے تمام افراد کو اللہ تعالٰی کی بندگی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کی تربیت میں ڈال کر باکردار، باوقار اور خوددار مومن بنایا جا سکتا ہے۔یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ انسان کے تمام اعضاء اس کے دل کے تابع ہیں گویا جسم کی مملکت پر دل کی حکمرانی ہے۔دل ہی وہ مرکز ہے۔جہاں خواہشات جنم لیتی ہیں۔ اگر یہ مرکز درست ہو جائے تو اس میں مال و جاہ کی ہوس کی بجائے اللہ تعالٰی کی محبت اور آخرت کی فکر جاگزین ہو جاتی ہے اور انسان کا نکتہ نظر، طرز فکر اور اسلوب زندگی یکسر بدل جاتا ہے۔ یہ انقلاب **اِقْرَارٌ بِالِلّسَانِ** سے نہیں بلکہ **تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ** سے برپا ہوتا ہے۔ زبانی اقرار تبھی قابل اعتبار ٹھہرتا ہے جب دل بھی اس کی گواہی دے۔اللہ تعالٰی نے سورت الحجرات کی آیت 14 میں فرمایا ہے کہ ''صرف زبانی دعویٰ کرنے سے تم مومن نہیں بن گئے ابھی تو ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''۔

ایمان جب دل میں گھر کر لیتا ہے تو انسان کو یقین کا یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ میرا خالق و مالک جو تمام بنی نوع انسان کو قیامت کے روز دوبارہ زندہ کر کے اعمال کی جزا و سزا دیگا وہ ہر وقت میرے ساتھ موجود، میرے تمام اعمال کو دیکھتا اور دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو بھی جانتا ہے اور اسکے خفیہ کارندے میرے تمام اقوال و اعمال ریکارڈ کر رہے ہیں اس لئے وہ آخرت

کے عذاب سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر ہر برائی سے بچنے اور بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو پوری انسانیت کی اصلاح و ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا لیکن آپ ﷺ نے اس کام کو ایک ایک فرد کی اصلاح کرتے ہوئے تدریجاً آگے بڑھایا۔ یہاں تک کہ برسوں کی جدوجہد اور انتھک محنت سے چند ہزار نفوسِ قدسیہ پر مشتمل وہ جماعت تیار ہوگئی جسے اللہ تعالیٰ نے خیر الامت کے خطاب سے مشرف فرمایا۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں اسلام پورے عرب میں پھیل گیا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ کے فیضِ صحبت سے تربیت پانے والے صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بھروسہ پر دینِ رحمت کو پوری دنیا میں پھیلانے کیلئے نکل کھڑے ہوئے اور ہر قدم پر فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے اور یہ کام نسل درنسل آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس دور میں تعمیرِ ملت اور اصلاحِ اُمت کا کام منہاجِ نبوت پر چلنے ہی سے کامیاب ہوسکتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ کا مشہور قول ہے کہ اوّل دور میں جس طریقہ سے اُمت کی اصلاح ہوئی تھی آخری دور میں بھی اِسی طریقہ سے ہوگی۔

سلسلہ توحیدیہ کا قیام

ہمارے ہادی و مرشد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد قرآن و سنت کے اصولوں کے مطابق رکھی اور اسکی مکمل تعلیم اور متعلقہ قواعد و ضوابط بڑی تفصیل کے ساتھ ''تعمیرِ ملت''، ''چراغِ راہ'' اور ''طریقت توحیدیہ'' میں درج فرما دیئے۔ آپ نے اصلاح کا یہی طریقہ تلقین فرمایا کہ سلسلے میں شامل ہر بھائی پہلے اسلام کے بنیادی فرائض کی پابندی کے علاوہ ذکر نفی اثبات اور پاس انفاس کے ذریعے قلب کو بیدار اور صاف کرے اور اس کے ساتھ ہی غصہ و نفرت کی مکمل نفی کر کے عالمگیر محبت اور صداقت کے ذریعے اپنے اخلاق و کردار کا تزکیہ کرے۔ اس تعلیم پر عمل کرنے سے جب اللہ کے فضل و کرم کے طفیل دل میں مطلوبہ

روحانی قوت اور جذب کی قوت پیدا ہو جائے تو پھر قلبی توجہ اور روحانی فیض کے ذریعے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے کام میں لگ جائے۔ ہمارے سلسلے میں روحانی طاقت اس لئے حاصل نہیں کی جاتی کہ شعبدے اور کرامات دکھائی جائیں یا بیماریوں کا علاج کر کے پیسے بٹورے جائیں۔ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ سب سے عظیم کام جو اس طاقت سے لیا جا سکتا ہے وہ ایک بگڑے ہوئے معاشرے اور ایک بدکردار انسان کی اصلاح ہے کہ اس کے سارے عیب چھڑا کے اسے پکا مومن اور دیانتدار شہری بنا دیا جائے تا کہ اس کی دنیا اور آخرت دونوں سدھر جائیں۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کے لحاظ سے بھی اتنا اعلیٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کے توسط سے کسی ایک آدمی کی بھی اصلاح ہو جائے تو یہ امر دنیا کے ہر اس ساز و سامان سے زیادہ بہتر ہے جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے توسط سے ایک آدمی کا ایمان لے آنا ستر اُونٹوں کی دولت سے بھی بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے جو فرمودات بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کریم اور دین مبین کا محور انسان کی اصلاح ہے اور سلسلہ توحیدیہ کے قیام کا بھی یہی مقصد ہے۔ اس لئے ہر توحیدی فقیر کو چاہئے کہ اس مقدس فریضہ کو پہلے سے بھی زیادہ عزم و ہمت اور محبت و محنت سے سرانجام دے۔ ہر بھائی سال بھر میں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک مسلمان بھائی کی اصلاح کر کے اسے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا پابند اور پکا مومن بنا دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کرنے والے بندوں کی ضرور مدد فرماتے ہیں۔ اِس سے بڑی نیکی اور اچھا کام کوئی نہیں کہ انسانوں کو اللہ کی راہ پر لگا دیا جائے۔

خواجہؒ کے خطوط (مرتب: خالد مسعود)

حق پر محبت کو قربان کر دو (بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1/3/1965)

''میں بخدا اپنے سب مریدوں سے بے انتہا محبت کرتا ہوں لیکن فرائض کی پابندی نہ ہو اور ڈسپلن کا خیال نہ کیا جائے تو میں محبت کی پرواہ نہیں کرتا۔ آپ بھی آئندہ یہ بات یاد رکھیں کہ حلقہ والے اس آخری فقرے یعنی ''حق پر محبت کو قربان کر دو'' بھول گئے ہیں۔ اس لیے سست اور کم عمل ہو گئے ہیں۔ جب میرے اتنے سے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی تو کل کو اگر خدا کے نام پر مال و جان قربان کرنے کی ضرورت پڑی تو کون بنے گا۔''

سب سے ذلیل آدمی (بنام عبدالحمید صاحب 14/1/1971)

''جو حضرات سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو سمجھ کر عمل شروع کریں ان کی کامیابی اللہ کے ذمہ ہے۔ بیعت مبارک ہو۔ اب آپ کو چاہیے کہ جس کام کو خود اپنی خوشی سے اپنے ذمہ لیا ہے اس کو پوری طرح انجام تک پہنچایئے۔ دنیا میں سب سے ذلیل آدمی وہ ہے جو کسی کام کو اپنے ذمہ لے کر انجام نہ دے یا کوئی وعدہ کر کے پورا نہ کرے۔ جس کی زبان سچی نہیں اس کا کچھ بھی سچا نہیں۔''

غلط طریقہ پر ذکر

(بنام غلام نبی صاحب 31/7/1962)

''آپ ذکر غلط طریقے پر کرتے ہو۔ آپ یا تو دماغ پر زیادہ زور دیتے ہیں یا دل پر۔ ایسا نہ کریں آرام سے ذکر کریں۔ ضرب زور سے لگائیں اور اللہ اللہ کا ذکر زور سے جو ملک صاحب نے جاری کرایا ہے ہرگز نہ کریں ورنہ نقصان ہوگا۔ گھر کی طرف سے پریشان ہونے کی بھی یہی وجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے نقصان ہوتا ہو تو درود شریف کچھ زیادہ پڑھنا چاہیے۔ یہ تکلیف جاتی رہے گی۔''

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام چوہدری محمد سلیم

الحمد اللہ آپ کا حلقہ ٹھیک چل رہا ہے اب اللہ کے فضل و کرم سے بابو غلام رسول جیسے پیارے اور فعال بھائی بھی آپ کو مل گئے ہیں آپ کے حسن اخلاق اور حسن تعاون سے انشاءاللہ حلقہ توحیدیہ کو وسعت ملے گی۔ ہماری دعوت کی بنیاد ہی محبت ہے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور اللہ کی مخلوق کی محبت ہمارا اشعار ہے دعوت کا کام بھی محبت سے کرنا ہے کسی سے بحث مباحثہ کی ہرگز اجازت نہیں ہے ہمیں وحدتِ آدمیت اور وحدتِ اُمت کے لئے کام کرنا ہے اسلئے فرقوں اور مسلکوں کی تنگ نظریوں اور حسب و نسب کی پابندیوں سے نکل کر پوری انسانیت کو حضور رحمتہ اللعلمین ﷺ کا پیغام سنانے کی تیاری کرو۔

تمام جہانوں کا ربّ ایک ہے اور ساری بنی نوع انسانی کا اَبْ یعنی باپ بھی ایک ہی ہے باقی اونچ نیچ کی حدبندیاں باطل نے پیدا کر رکھی ہیں۔ جب حق آ گیا تو باطل کو مٹنا ہی ہے اور رنگ و نسل کی بنیاد پر تراشے ہوئے بتوں کو حضور ﷺ نے توڑ کر رکھ دیا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر پیدائشی اور نسلی طور پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور تقویٰ کی بنیاد پر اور صالح اعمال کی بنا پر۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو کسی خاص نسل کا ربّ نہیں بتایا بلکہ ربّ العالمین فرمایا اور آپ خود رحمتہ اللعالمین بن کر آئے اور تمام دنیا کے انسانوں کو دعوت دے کر عالمگیر اُمت کی بنیاد ڈالی تا کہ رنگ نسل کا پھیلایا ہوا فساد ختم ہو جائے اور مسجود ملائکہ انسان کو اس کا صحیح مقام مل جائے۔ یہ کام اور پیام بہت عظیم لیکن کٹھن ہے اور اسی کیلئے کام کرنا ہے۔

"اللہ کے بندے غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ ایسے ہی محسنین سے محبت کرتا ہے" کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں تو غصہ جاتا رہے گا اور محبت کو فروغ حاصل ہوگا۔

والسلام

اللہ کی محبت

(از افادات: مولانا مفتی رشید احمد)

آج اکثر مسلمان ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان کے قلوب اللہ کی محبت سے خالی ہیں۔ جب تک اللہ کی محبت دل میں پیدا نہیں ہوتی ہر بات عجیب اور ہر حکم مشکل نظر آتا ہے۔

اسبابِ محبت دنیا میں محبت کے اسباب پانچ ہیں۔

(1) مال (2) کمال (3) جمال (4) نوال (بمعنی احسان) (5) قرب۔

دنیا میں محبت کے یہی پانچ اسباب ہیں لوگ ایک دوسرے سے انہی اسباب کی بناء پر محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میں یہ تمام اسباب بدرجہ اتم موجود ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے محبت بھی بدرجہ اتم ہونی چاہیے (1) مال: دنیا اور آخرت کے تمام خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

(2) کمال: اللہ تعالیٰ کا کمال کسی پر مخفی نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے کمال کا مظہر ہے۔

(3) جمال: جس اللہ نے دنیا و آخرت کا تمام تر حسن و جمال پیدا فرمایا خود اس کا حسن و جمال کیسا ہوگا۔

(4) نوال انسان سوچتا ہی نہیں کہ اللہ کے کتنے احسانات ہیں۔ انسان جس حالت میں بھی ہو اللہ تعالیٰ کے احسانات اتنے ہیں کہ انسان کسی طرح ان کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔

(5) قرب: اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے انسان خود اپنے نفس سے اتنا قریب نہیں جتنا اللہ تعالیٰ اس سے قریب ہیں اللہ کے قرب کو جتنا سوچیں گے اتنا ہی سکون بڑھتا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام اسبابِ محبت کامل درجہ پائے جانے کے بعد اللہ کی محبت ایسی پیدا ہو جائے کہ دل کے خیالات، رجحانات، تمنائیں ساری کی ساری بس صرف اسی کی طرف متوجہ رہیں۔ جس دل میں اللہ کی محبت آجاتی ہے تو اس دل میں اللہ کے ہی خیالات آتے رہتے ہیں۔ بس اسکے سوا اس دل میں کچھ نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت:

اللہ کی محبت ایمان کی بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔فرمایا دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کو غیر اللہ کے ساتھ اتنی محبت ہے جتنی اللہ کے ساتھ ہونی چاہیے اور جو ایمان والے ہیں انہیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔ اس ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہونا ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔سو ایمان کے یہ معنی ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہو۔

اللہ تعالیٰ کا کیسا کرم ہے کہ اپنی اطاعت کروانے اور اپنی نافرمانی سے بچانے کیلئے دل میں محبت ڈال کر دنیا میں بھیجا اور پھر جو جو احکام دیئے ان میں حکمت یہ ہے کہ محبت روز بروز بڑھتی جائے اس لئے کہ محبت جتنی زیادہ ہوگی احکام پر عمل اتنا ہی آسان ہو جائے گا۔جن لوگوں کو احکام اسلام میں اشکالات ہوتے ہیں ان کے حالات دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے قلوب اللہ کی محبت سے خالی ہیں اور جن کے دلوں میں محبت الٰہیہ کا نور ہے انہیں کوئی اشکال نہیں ہوتا۔وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں تو کوئی مشکل ہے ہی نہیں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔محبت سے سب مشکلات آسان ہوجاتی ہیں اور اگر محبت نہیں تو آسان سے آسان کام بھی مشکل لگتا ہے۔

ماحول کا اثر :

اللہ کے ساتھ ایسے معاملات کرو کہ اس کی محبت میں کمی نہ ہونے پائے ، بلکہ روز بروز بڑھتی ہی چلی جائے ،جس خاندان کے افراد میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوگی اسکا اثر یہ ہوگا کہ بچوں

کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت غیر شعوری طور پر اترتی چلی جائے گی ۔

اللہ کی محبت اور نماز

جب اللہ سے عشق کا دعویٰ کر دیا تو اس کی اطاعت کرنی پڑے گی نا فرمانی چھوڑنی پڑے گی اور یہ ہمت کے بغیر ممکن نہیں، اس لئے صبر اور ہمت سے مدد لینے کا حکم فرمایا اور ہمت بڑھانے کیلئے نماز سے مدد لینے کا حکم فرمایا ۔"اور اللہ سے صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو"۔

اس میں بھی خوف اور محبت کے ذریعہ ہمت پیدا کرنے کا بیان ہے حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت اور حساب و کتاب کے مراقبہ واستحضار سے قلب میں محبت وشوق اور خوف وخشوع پیدا ہوتے ہیں جس سے ہمت بڑھتی اور نماز آسان ہو جاتی ہے۔

دل کا اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہونا یہ ایسا مہلک مرض ہے کہ اس کی وجہ سے انسان دنیا میں بھی جہنم میں جلتا ہے ۔موت کے وقت بھی جہنم میں، قبر میں بھی جہنم، حشر میں بھی جہنم اور پھر اس سے آ گے تو ہے ہی جہنم تو یہ کتنا خطرناک مرض ہے۔

تمام عبادات کو ادا کرنے کے باوجود لوگوں کے قلوب اللہ کی محبت ومعرفت سے کیوں خالی ہیں؟ لوگ بے پردگی ،غیبت، تصویریں ،ٹی وی، گانا بجانا اور کھانے پینے میں حلال وحرام کا امتیاز نہ کرنے جیسے گناہوں میں کیوں مبتلا ہیں؟ دراصل آج کا مسلمان جھوٹا اور فریبی ہے۔وہ اللہ کی نا فرمانی نہیں چھوڑنا چاہتا۔ جب تک محبت نہیں ہوتی اس وقت تک اطاعت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی نا فرمانی سے بچا جا سکتا ہے۔نفس کی بڑی سے بڑی خواہش کو کسی کے حکم کے سامنے قربان کر دینا یہ محبت ہی کے کرشمے ہیں۔محبت کے بغیر یہ کام نہیں ہو پاتے۔انجن میں اگر بھاپ نہ ہو اور اسے دھکیل دھکیل کر چلایا جا رہا ہو تو آخر کہاں تک چلے گا نہ صرف رفتار بہت سست ہو گی بلکہ دھکیلنے والا بھی کچھ ہی دیر میں تھک جائیگا۔اس کے برعکس انجن میں بھاپ ہو تو وہ اتنا تیز تیز اڑے گا کہ اسے روکنے کیلئے تدابیر اختیار کرنا پڑیں گی ۔مثلاً ڈرائیور کو سنبھل کر بیٹھنا پڑے گا بریک لگانی

پڑے گی اللہ کی محبت ایسی ہی بھاپ ہے محبت نہ ہو تو نفس و شیطان کے مکروفریب سے بچنا ممکن نہیں

گناہوں کو چھوڑنے سے محبت الٰہیہ پیدا ہوتی ہے: محبت الٰہیہ اور گناہ چھوڑنے میں گہرا ربط و تعلق ہے کہ محبت الٰہیہ پیدا ہو تو گناہ چھوڑنے کی ہمت از خود پیدا ہونے لگتی ہے اور اگر گناہ چھوڑنے کا اہتمام کیا جائے تو محبت الٰہیہ پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر کوئی کتنی ہی ملامت کرے اس پر کسی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لوگوں کی ملامت اس کی محبت کو اور بڑھا دیتی ہے۔

مکمل انسان: غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو جائے۔ کوئی محبت، کوئی خوف، کوئی طمع کوئی تعلق کسی بھی گناہ پر آمادہ نہ کر سکے تو انسان پورا مسلمان بنتا ہے اور جب تک سارے گناہ نہیں چھوٹ جاتے اس وقت تک انسان خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ ایمان کے دعوے تو بہت کرتے ہیں مگر یہ دعویٰ جب قبول ہوگا کہ ہم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں۔

محبت میں امتحان کی نوعیت: امتحان کی صورت کیا ہوگی؟ خوف، فقر و فاقہ، جانی اور مالی نقصان، زراعت وغیرہ میں نقصان ہوگا۔ ایسے میں جو شخص ہمت سے کام لے گا کامیاب ہو جائے گا اور ہماری طرف سے اس پر دنیا اور آخرت میں انعامات کی بارشیں ہی بارشیں ہوں گی۔ آج کے معاشرہ میں اللہ تعالیٰ محبت کے کیسے کیسے امتحان لے رہے ہیں، اگر حرام آمدنی کے ذرائع چھوڑ دیئے تو مالی نقصان ہوتا ہے۔

پکے دیندار بن جاتے ہیں تو لوگوں سے تعلقات کٹتے ہیں جب تعلقات کٹیں گے تو معاشرہ میں عزت نہیں رہے گی۔ عزت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ لوگ طرح طرح کے طعنے دینگے۔ جب کہیں کہ تم تو دنیا سے کٹ جاؤ گے سب تمہیں چھوڑ دینگے۔ پھر وہ گھبرائے گا کہ لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا معلوم ہوا کہ ایمان ہے ہی نہیں۔ اگر ایمان ہوتا تو اللہ کے وعدوں پر یقین ہوتا فرمایا؟ "اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو گناہوں سے بچتے ہیں۔

امتحانِ محبت: مسلمہ قاعدہ ہے کہ انسان کو جس کیساتھ محبت ہوتی ہے وہ اسے دنیا کی

ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔لیکن جہاں آپس میں تصادم ہو جائے ایک کی محبت کے حقوق ادا کرتا ہےتو دوسرا ناراض ہوتا ہے۔دوسرے کی محبت کے حقوق ادا کرتا ہےتو تیسرا ناراض ہوتا ہے غرضیکہ ایک وقت میں سارے راضی نہیں ہو پاتے وہاں سچی محبت اور جھوٹی کا امتحان ہوتا ہے۔ اس وقت پتہ چلتا ہے کہ اسے سچی محبت کس سے ہےاور جھوٹی محبت کس سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھ لو خوب غور کرو تمہارے یہ کہنے سے کہ ہم مسلمان ہیں تو یہ اسلام کا دعویٰ ایسے ہی قبول نہیں کیا جائے گا۔ہم امتحان لیں گے۔امتحان لینے کے بعد دعویٰ کی حقیقت سامنے آ جائیگی۔کیاانسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے دنیا میں اسے بھیجا تو ہےلیکن ہم اس کی محبت کا امتحان نہیں لیں گے؟ دیکھیں گے کہ انسان اللہ کی بات مانتا ہےاور اس سے محبت کرتا ہے۔

مشقتوں کا خاتمہ:

دنیا کمانے کیلئے کیسی کیسی مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔انسان کو دنیا کی مشقتیں برداشت کرنا آسان لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ یہ قاعدہ سمجھاتے ہیں کہ اگر مجھے راضی کرنے کی مشقت کرلو تو دنیا کی ساری مشقتیں ختم ہو جائیں گی جب انسان اللہ کو راضی کر لیتا ہے۔ہر قسم کے گناہوں سےتو بہ کر لیتا ہےاللہ کی سب نافرمانیاں چھوڑ دیتا ہےتو وہ ہر مشقت میں یہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے امتحانِ محبت ہے۔محبت کی وجہ سے وہ انعامات سے نوازنا چاہتا ہے۔اس لئے وہ پریشان نہیں ہوتا۔دنیوی مقاصد کے حصول کیلئے لوگ مشکل سے مشکل امتحانات دینے کیلئے کیوں تیار ہو جاتے ہیں؟رات بھر محنتیں کیوں کرتے ہیں؟اس لئے کہ امتحان میں کامیابی کے بعد پھر کوئی بڑا مرتبہ ملے گا۔عزت ملے گی۔دنیا کمانے میں جیسے مشقت برداشت کرتے ہو تو کچھ اللہ کیلئے بھی مشقت برداشت کرلو۔فرمایا:"ہم نے تم لوگوں کو مشقت میں پیدا کیا ہےاس کے بغیر نہ دنیا میں کامیابی ہوگی نہ دین میں کامیابی۔لوگ یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائےمگر جب ہم امتحان لیتے ہیں تو اس میں ناکام ہو جاتے ہیں۔امتحان کی مشقت برداشت نہیں کرتے۔

اپنا محاسبہ خود کریں

(حمید اللہ حمیدی)

سورج ہر روز پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور پوری دھرتی کو مقررہ وقت تک حرارت، توانائی اور روشنی دیتا ہوا مغرب کی آغوش میں سوجاتا ہے اور پھر چاند ستاروں کے جھرمٹ میں اپنی دلفریب چاندنی کی نرم نرم کرنیں بانٹتا ہوا طلوع ہوتا ہے اور رات بھر انسانوں کو محبت کا روشن پیغام دیتا ہوا اُفق سے غائب ہوجاتا ہے، دھرتی کے کھیتوں میں فصلیں اگتی ہیں۔ گلشن میں اور میدانوں میں رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں خوشبو پھیلاتے ہیں اور ایک روز مرجھا جاتے ہیں ان کی نرم ونازک پتیاں اور سبز پتے خشک وزرد ہوکر خاک نشیں ہوجاتے ہیں۔

بچہ ماں کی آغوش میں جنم لیتا ہے محبت وشفقت کی بانہوں میں پروان چڑھ کر گلشن شباب میں داخل ہوتا ہے پھر زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور وہ اس دنیا میں دکھ سکھ صحت وبیماری، فتح وشکست اور اُمید ومایوسی کی منزلیں طے کرتا ہوا ایک روز ہمیشہ کیلئے اس دنیا کو چھوڑ کر اس منزل کی طرف کوچ کر جاتا ہے کہ جس کے متعلق خالق کائنات نے قرآن میں فرمایا ہے۔

"میری ہی طرف تم سب کو پلٹ کر آنا ہے پھر تم کو بتادوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔"

یہ زندگی ایک برف کے تودے کی مانند ہے جو جسامت میں کتنا ہی عظیم ووسیع کیوں نہ ہو۔ یہ گرمی وقت سے لحہ لحہ قطرہ قطرہ پگھلتا جاتا ہے اور ایک دن فضا میں بھاپ بن کر غائب ہوجاتا ہے۔

ہم چونٹی کی چال چل رہے ہوں یا سبک رفتاری سے بھاگ رہے ہوں ایک روز ہم سب نے اس مرکز کی طرف لوٹ جانا ہے، اس میدان میں جمع ہونا ہے جہاں ہمیں ہمارے نامہ اعمال (Personal Files) تھما دی جائیں گی۔ اس مقام پر پہنچنا ہے جہاں نہ ماں باپ نہ کوئی دوست نہ کوئی مرشد نہ کوئی امیر نہ وزیر، نہ رشوت نہ سفارش، نہ وسیلہ نہ لین دین کام آئے گا۔ ایک طویل اور کٹھن سفر ہم نے تنہائی میں طے کرنا ہے جس سفر میں نہ کوئی ساتھی ہوگا نہ ہم عصر،

نہ ہم سفر، نہ ہم نواز، نہ ہمدرد، نہ کوئی تو شہ، نہ کوئی دنیاوی سامان اور نہ زادراہ۔

بڑی بڑی عظیم سلطنتوں اور قوموں کا زوال شہنشاہوں کا عبرت ناک انجام خوبصورت وعالیشان شہروں کے کھنڈرات ،نامور لوگوں کے مقابر،انسان کے عروج وزوال کی داستاں،موت وحیات کے مناظر اور برق رفتاری کے ساتھ گزرتے لمحے ہمیں یہ پیغام دیتے ہیں کہ دنیا فانی ہے اور ہم نے ایک مقررہ مدت کی میعاد پوری کر کے دارِبقاء کی طرف لوٹ جانا ہے۔

وہ مقام ،وہ منزل اور وہ مرکز قریب ہے جہاں ہمارا نامہ اعمال (Bio Data) کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا جائے گا جہاں ہمارے ہر عمل، ہر فعل، ہر نگاہ، ہر کردار، ہر لفظ، ہر ادا، ہر جنبش، ہر خیال اور ہر فکر کی باز پرس ہوگی۔

یہ دنیا نشانِ منزل ہے اور یہ زندگی ایک سفر ہے اور ہم اس مسافر کی طرح ہیں جو اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے ائیر پورٹ یا ریلوے سٹیشن کے عارضی قیام گاہ میں اپنی سواری کا انتظار کرتا ہے اور اس عارضی قیام گاہ میں سامانِ تعیش ،راحت وزینت اور لوازمات زندگی اور دلکشی کے باوجود اس کے دل میں یہ احساس اور فکر جاگزیں رہتا ہے کہ وہ یہاں چند گھنٹوں کا مسافر ہے اور اس کی اصل منزل کہیں اور ہے یہی فکر اس کے سفر کیلئے ہر وقت چوکس اور ہوشیار رکھتی ہے۔

وہ اس ٹرانزٹ لاؤنج میں زیادہ رکنا پسند نہیں کرتا ۔وہ ہر لمحہ اپنی منزل اپنے گھر پہنچنے کے لئے اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کے لیے بے قرار رہتا ہے اس کا دل خوبصورت اور آراستہ وپیراستہ لاؤنج یا ہوٹل میں بالکل نہیں لگتا۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ عارضی قیام گاہ اس کی حقیقی منزل نہیں ہے اس کی حقیقی منزل اس کا اپنا گھر ہے جس کے تصور ہی سے اس کو سکون مل جاتا ہے ۔اسی طرح یہ دنیا مومن کیلئے ایک عارضی قیام گاہ ہے جہاں وہ اپنا دل اس عارضی دنیا سے نہیں لگاتا بلکہ اس کی نگائیں اس منزل (آخرت) پر لگی رہتی ہیں جہاں اس سے ہر عمل کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔

دانش مندی کا تقاضا ہے کہ کم ازکم زندگی میں ایک بار، سال میں یا مہینہ میں ایک بار

اپنی زندگی کے معاملات کا اپنی شخصیت کا، افعال و کردار کا سنجیدگی اور ایمانداری سے تجزیہ کریں۔

ربِّ کون و مکاں نے ہمیں عقل و دانش کی دولت سے نوازا ہے کسی روز گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے ضمیر کو ٹٹولیں۔ کتابِ دل کے اوراق پلٹ کر دیکھیں۔ ابوابِ زندگی کا مطالعہ و تجزیہ کریں کہ اب تک زندگی کے شب و روز کیسے بسر کیے ہیں؟ اپنے عزیز و اقارب، ہمسائیوں، دوستوں اور دوسرے لوگوں کے حقوق کا کتنا احترام کرتے ہیں۔ اپنے کاروبار اور نوکری میں کتنے مخلص و ایماندار ہیں اور اپنے ملک و قوم کے ساتھ کتنے وفادار ہیں قرآن و حدیث اور تعلیمات اسلامی کی روشنی میں اپنی ذات اور اپنی زندگی کے شب و روز کو پرکھیں۔ اگر کہیں معمولاتِ حیات میں کجی دکھائی دے، کہیں جرم و گناہ کے داغ نظر آئیں اگر کہیں عملِ بد اور نفس پرستی کی آلودگی عیاں ہو تو اسے اخلاقی جرات اور ایمان کی روشنی سے مٹانے کی کوشش کریں۔ عدل و ظلم، سچ و جھوٹ، ثواب و عذاب سود و زیاں اور خیر و شر کے فرق کو سمجھیں اور اپنی ذات اور اپنی زندگی کا خود ہی محاسبہ کر کے کامیاب اور شادماں زندگی بسر کریں۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے۔"یہ تو طے شدہ ہے کہ ہم سب کو ایک دن اپنا حساب پیش کرنا ہوگا تو بہتر یہی ہے کہ یومِ حساب سے پہلے خود ہی اپنا محاسبہ کرلیا کرو"۔

وقت کیسے گزارتے ہیں:

وقت انمول دولت ہے یہ ضائع ہو جائے تو کبھی واپس نہیں آتا۔ وقت برق رفتاری سے گزر رہا ہے اپنے قیمتی وقت کی ایک ایک ساعت کا ایمانداری سے تجزیہ کریں اور سوچیں کہ طلوعِ شمس سے لیکر غروبِ آفتاب تک وقت کیسے صرف کرتے ہیں کتنے گھنٹے دولت کمانے کھیل تماشے اور رقص و نغمہ کی محفلوں میں صرف کر دیتے ہیں کتنی گھڑیاں عبادت و ذکرِ الٰہی و تلاوتِ قرآن کیلئے وقف کر رکھی ہیں کتنا وقت عزیز و اقارب دوستوں کے دکھ سکھ میں شرکت اور انسانیت کی خدمت کے لئے نکالتے ہیں۔ یاد رکھیے! قیامت میں وقت کی ایک ایک گھڑی کا حساب دینا پڑے گا۔

زبان کا محاسبہ:

قوتِ گویائی ربّ کائنات کی عظیم نعمت ہے زبان گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جس کے غلط استعمال سے انسان کو اکثر سنگین نتائج اور پریشانیوں کا سامان کرنا پڑتا ہے یہی زبان جنت و دوزخ کا باعث بنے گی اپنی زبان کا خود ہی محاسبہ کریں۔ یاد رکھیئے۔اس زبان سے ادا کیا ہوا ایک ایک لفظ رقم ہو رہا ہے کراماً کاتبین (معزز فرشتے) ہماری زبان سے نکلے ہوئے ہر جملے کو تحریر کر رہے ہیں دوسروں کی دل آزاری فحش گوئی، کذب بیانی، الزام تراشی، جھوٹی گواہی، غیبت، چغل خوری، گلے شکوؤں، طنز و مزاح، خوشامد لغو گوئی کی مکمل کتاب کھول کر ہمارے روبرو رکھ دی جائے گی۔ اور یہ زبان کا ٹکڑا بھی روزِ محشر ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

دولت کیسے کماتے ہیں:

دولت کمانا خوش حال زندگی بسر کرنا اور آسائشاتِ حیات حاصل کرنا ہر انسان کا بنیادی حق اور ضرورت ہے اور ہر انسان حصول رزق کے لئے مختلف کسب معاش اور ذرائع اختیار کرتا ہے۔ اپنا علم و فن، جسمانی قوت اور ذہنی صلاحیتیں استعمال کرتا ہے۔

آپ نے بھی دولت کمانے کیلئے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کیا ہوگا کیا آپ نے کبھی حصول رزق کے طریقوں، ذرائع آمدنی اور کاروبار کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرکھا ہے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ وہ دولت جس سے آپ اپنے خاندان کی پرورش کر رہے ہیں وہ راحتیں، جن پر آپ فخر کرتے ہیں اور وہ مقام و مرتبہ جس پر آپ اتراتے ہیں کیسے حاصل کیا ہے؟

"دردناک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا جب اسی (سونے اور چاندی) پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی اور پھر اسی (سونے چاندی) سے ان لوگوں کی پیشانیاں پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔ (التوبہ)

اپنے دل کا جائزہ لیں:

دل وہ عمیق و وسیع سمندر ہے جہاں زندگی بھر مثبت و منفی، نیک و بد، طیب و خبیث، رحمانی اور شیطانی جذبات و خیالات کی لہریں اُبھرتی رہتی ہیں اور یہ جذبات و احساسات انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں ایک پرسکون اور شادمان زندگی کے لیے ضروری ہے کہ ہمارا دل تصورات بد اور خیالات شر سے پاک رہے اور طیب و مطہر جذبات سے مزین رہے آج ہی اپنے دل کا تجزیہ، محاسبہ کریں۔ اگر کبھی جذبۂ محبت سے گرم نہیں ہوتا، ذکر الٰہی سے مطمئن نہیں ہوتا خوف الٰہی سے لرز نہیں اٹھتا، کسی کربناک منظر سے نرم نہیں ہوتا تو سمجھ لیں کہ آپ کا دل بیمار اور بے حس ہو چکا ہے اس کی صحت و شفاء کا اہتمام کریں۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ "تم تین مقامات پر اپنے دل کا جائزہ لیا کرو"۔

۱۔ قرآن سنتے وقت ۲۔ ذکر کی مجلسوں میں ۳۔ تنہائی کے اوقات میں۔

اگر تینوں موقعوں پر تم اپنے پہلو میں دل نہ پاؤ (کوئی اثر محسوس نہ کرو) تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ آپ کو ایک ایسا دل عطا کرے جو محبت الٰہی سے معمور ایمان سے منور اور سوز و گداز سے لبریز ہو۔ خود احتسابی اور خود تنقیدی وہ مشکل عمل ہے جس میں کوئی فرد اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غلطیوں اور گناہوں کا تجزیہ کر کے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ مرد کامل اور رجل طیب (Perfect and Pious) نہیں ہے بلکہ اس کا دامن داغدار اور باطن گناہ آلود ہے۔

سچ تو یہ ہے، ہم ایک آزادانہ اور مجرمانہ زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں جو خالق کائنات نے ہمارے لیے متعین کیا ہے ہم خود احتسابی پر بھی یقین نہیں رکھتے اور زندگی کے ہنگاموں اور دنیا کی رنگینیوں میں اس حقیقت کو فراموش کر چکے ہیں کہ یہ دنیا متاع قلیل ہے اور ایک دن ہمیں خالق کائنات کو اپنے تمام اعمال و کردار کا حساب دینا پڑے گا۔

خود احتسابی اگرچہ ایک مشکل عمل ہے لیکن جب تک ہم اپنی ذات کا تجزیہ نہیں کریں گے،

اعمال و کردار کا تنقیدی جائزہ نہیں لیں گے ہمیں اپنی خامیوں غلطیوں اور گناہوں کا اندازہ نہیں ہوگا خود احتسابی، تزکیہ نفس، تعمیر کردار اور پاک شفاف و مطمئن زندگی کیلئے بہترین طریقہ ہے۔ ہم زندگی میں دوسروں کے عیب تلاش کرنے اور خامیاں گننے میں مصروف رہتے ہیں ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ہمارے ہر عمل ہر قول کی ایک (Personal File) تیار ہو رہی ہے جو حشر کے دن ہمارے سامنے کھول کر رکھ دی جائے گی فرمان الٰہی ہے۔

"خبردار ہو! آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے تم جس روش (طریقہ زندگی) پر بھی ہو اللہ اس کو جانتا ہے جس روز لوگ اس کی طرف پلٹیں گے وہ انہیں بتا دیگا کہ وہ (دنیا میں) کیا کچھ کر کے آئے ہیں وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

زندگی برق رفتاری سے گزر رہی ہے اور ہمارے گناہوں اور جرائم کی فہرست طویل ہوتی جارہی ہے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آج ہی سے اپنی ذات و حیات کا محاسبہ کرنا شروع کردیں۔ ہر شب نہ سہی ہفتہ میں ایک بار یہ ضرور سوچیں کہ اب تک کون سے عمل صالح سرانجام دیئے ہیں اور کون سے بدسرزد ہوئے ہیں ایمانداری سے اپنی غلطیوں اور خامیوں کا صفحۂ قرطاس پر تحریر کریں۔ اس عمل مشق سے خوابیدہ ضمیر کو بیدار کرنے میں مدد ملے گی اور سیاہ کاریوں اور گناہوں کی آلودگیوں سے بچا جاسکتا ہے ہم اپنے باغی دل بے باک آنکھوں اور بے قابو زبان کے باعث زندگی میں بہت سی پریشانیوں اور دکھوں میں گرفتار رہتے ہیں اگر دل کو خیالات خبیثہ، آنکھوں کو آلودگی اور زبان کو فحش گوئی سے محفوظ رکھیں تو ہم ایک شفاف اور مطمئن زندگی بسر کر سکتے ہیں "یقیناً آنکھ کان اور دل سب ہی سے باز پرس ہوتی ہے" (القرآن)

آیئے دل کی پاکیزگی، آنکھ کی حیا اور زبان کی شگفتگی کے لیے دعا کریں جو محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے سکھائی ہے۔ اے! اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک کر دے، میرے عمل کو ریاء سے اور میری زبان کو جھوٹ سے پاک کر دے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دے۔ بے شک تو جانتا ہے آنکھوں کی خیانت اور دل کی تمام پوشیدہ باتیں۔" (مشکوۃ)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

(مرسلہ: ڈاکٹر وسیم تبسم)

تمام انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات جو انہیں بذریعہ وحی ملے تھے بعینہ لوگوں تک پہنچائیں اور انہی احکامات کی روشنی میں جائز اور معروف کاموں کی تلقین کریں لغو اور حرام کاموں سے روکیں۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ کفر و شرک کی تمام طاغوتی طاقتیں روزِ اوّل سے ہی اس کوشش میں ہیں کہ نیکی، سچائی، راست بازی کو اس دنیا سے مٹادیں اور ان کی جگہ بدی، جھوٹ اور فحاشی کو رواج دیں اور انسان کا اس کے خالق سے تعلق بندگی کمزور کریں اور اس کو اس کے مقصدِ تخلیق سے نا آشنا اور غافل کریں۔

اگر حق کے پرستار سچائی کو پھیلانے میں سستی اور کوتاہی کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں ہر طرف سے کفر و الحاد کے بادل اُمڈ آئیں گے اور حق کا خوبصورت اور روشن چہرہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حق کا بول بالا کرنے والا اور باطل کا قلع قمع کرنے والا بنا کر بھیجا تھا گویا ہر نبی داعی حق اور مبلغ بن کر آیا تھا۔

المعروف میں تمام نیکیاں، بھلائیاں اور اچھائیاں شامل ہیں یعنی مستحبات سے لیکر ایمانیات و عقائد تک اور **المنکر** میں تمام گناہ، برائیاں اور بے حیائیاں داخل ہیں۔

اور "**امر**" کا مطلب "حکم" نیکی کے کرنے اور برائی کے نہ کرنے کا۔

زبان سے ہو یا قلم سے، پیار سے ہو یا طاقت سے، بڑوں سے عرض کر کے ہو یا ساتھیوں کو مشورہ دے کر یعنی تمہاری شان یہ ہونی چاہیے کہ ہر خوبی و بھلائی کو پھیلانے کے لئے کوشش کرو اور ہر بدی و برائی کو دبانے اور مٹانے کیلئے تمام مساعی بروئے کار لاؤ۔ بہت جلد نیکی فروغ پا جائے گی شر اور برائی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔

قرآن و حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب و تاکید:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی طاقت و بساط کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی کرنے والوں کو برائی سے روکیں۔

(اے اُمت محمدﷺ)تم بہترین اُمت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی بھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا۔اور روکتے ہو برائی سے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو ۔(آل عمران 110)

ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز آخرت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں (آل عمران 114)

ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔(المائدہ 2)

"مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے"۔(التوبہ)

"میرے بیٹے نماز ادا کیا کرو نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکتے رہو" (لقمان 17)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جو تم میں سے کوئی برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے برا کہے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے (مسلم)

اس سے ہر شخص اپنا ایمان ناپ تول سکتا ہے یہی ایمان کے مدارج و مراتب ہیں۔ جو جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں اسوہ رسولﷺ میں بھی ہمیں یہی جھلک دکھائی دیتی ہے کہ ابتداء اسلام میں سرکار مدینہﷺ نے کعبة الله میں رکھے ہوئے بتوں کو کچھ نہیں کہا صرف دل سے برا جانتے رہے جب یہ دل کی بات زبان پر آئی تو ہم خیال لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اب اس جماعت کا ہر فرد دل سے برا جاننے والا ہو گیا اور زبان سے برا کہنے والا ہو گیا جب اس جماعت میں اتنے افراد ہو گئے کہ جو برائی کو ہاتھ سے ختم کر سکتے تھے اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کر سکتے تھے تو اس وقت انہوں نے ہاتھ لگایا۔یعنی فتح مکہ کے موقع پر صاحب اقتدار ہو کر بیت اللہ کو صاف کیا آج کل ہمارے معاشرے میں یہ ہو رہا ہے کہ ہم سیاسی شہرت اور شعبدہ بازی

کی خاطر کسی برائی پر آواز اٹھاتے ہیں پھر اسے ختم کرنے کی نام نہاد کوشش بھی کرتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اولاد اور وہ احباب جو ہمارے حلقہ اثر میں ہیں انہیں برے کاموں سے روکنے کیلئے اپنی طاقت استعمال کریں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا راستوں میں بیٹھنے سے بچو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) ہمارے لئے مجلس قائم کرنا بہت ضروری ہوتا ہے جس میں ہم باہم گفتگو کرتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا اگر قیام مجلس ضروری ہو تو راستے کو اس کا حق دو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا نگاہ نیچے رکھنا ایذا رسانی سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔(رواہ البخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں نیکی کا اس وقت حکم کرنا چاہیے جب ہم مکمل طور پر برائیوں سے کنارہ کش ہو جائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم نیکیوں کا حکم دیتے رہو اگر چہ تم مکمل طور پر عمل نہ کرسکو تم برائیوں سے روکتے رہو اگر چہ تم تمام وکمال سے اس سے کنارہ کش نہ ہو سکے ہو"۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فوائد و ثمرات

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہدایت کی طرف بلانے والے کے لئے اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ہے جبکہ ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوتی اور برائی کی طرف بلانے والوں کو اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ہوتا ہے جب کہ ان کے گناہوں میں بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔(مسلم)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکی کا راستہ بتانے والے کے لئے اس پر عمل پیرا ہونے والے کے لئے برابر ثواب ہے۔

تبلیغ نہ کرنے والوں کی مذمت:

امر بالمعروف کی دعوت نہ دینا اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا باعث بنتا ہے۔
حضرت جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا۔(ابو داؤد ، ابن ماجہ)

حضرت سالمؒ بن عبداللہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے روکو قبل ازیں کہ تمہارے نیک لوگوں کی دعائیں قبول نہ ہوں تم استغفار کرو اور تمہیں معاف نہ کیا جائے خوب سمجھ لو کہ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ رزق کو دور کرتا ہے نہ عمر کی مدت کو کم کرتا ہے سن لو یہودی علماء اور عیسائی عابدوں نے نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا جب ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی اور سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور نیک کاموں کا حکم کرتے اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا پھر تم اس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی (ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کے باعث عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دے گا۔(شرح السنۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی طرف وحی کی کہ فلاں بستی کو اس کے باشندوں پر الٹا دو, عرض کیا کہ اے رب! اس میں تو تیرا فلاں بندہ

بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی تیری نافرمانی نہیں کی فرمایا پہلے اس پر اور پھر باقی سب پر الٹا دو کیونکہ میری خاطر اس کا چہرہ ایک ساعت کے لئے بھی متغیر نہیں ہوتا تھا"۔

بے عمل مبلغین کی سزا:

بے عمل مبلغین کو آخرت میں ایسی سزا دی جائے گی جو بڑی عبرتناک ہو گی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی پاکﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے کہا جبرائیل! یہ کون ہیں؟ کہا یہ آپﷺ کی اُمت کے واعظ ہیں۔ جو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن اپنی جانوں کو بھلا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے نبی پاکﷺ نے فرمایا قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا آگ میں اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی وہ پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے جہنمی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے اے فلاں (بے عمل مبلغ) کیا بات ہے جبکہ آپ تو ہمیں نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے؟ کہے گا کہ میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود نہیں رکتا تھا۔ (بخاری)

تبلیغ کے اصول: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نظام دعوت کا اجمالی تعارف کروایا ہے۔

"اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے بلاؤ"۔

حکمت کے ساتھ دعوت دینا: یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو دانا، معاملہ فہم اور سمجھدار ہوں ان کے ساتھ تبلیغ حق کی بات بڑی دانشمندی اور حکمت سے کی جائے یا اثبات مذہب کرنا جس سے مخاطب کے دل میں مذہب کے اعتقادات کے متعلق یقین پیدا ہو جائے۔

مجادلت: اگر مخاطب ضدی اور ہٹ دھرم ہوں تو ان کے ساتھ بحث کی نوبت آجائے تو مباحثہ احسن طریقے سے کرنا چاہیے تاکہ سننے والے مشتعل نہ ہو جائیں اور ان میں دین حق کے خلاف

تعصب اور جانبداری نہ بڑھ جائے۔

تبلیغ کے طریقے: تبلیغ کے تین طریقے مروج ہیں:

قولی تبلیغ : اس سے مراد یہ ہے کہ گفتگو، تقریر اور بات چیت کے ذریعے پیغام حق لوگوں تک پہنچایا جائے۔

قلمی تبلیغ : اس سے مراد اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے تصنیف اور کتابت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ کتابیں لکھی جائیں، پمفلٹ شائع کئے جائیں۔

عملی تبلیغ : اس سے مراد یہ ہے کہ خود اپنی زندگی کو اعمال صالح سے مزین کر کے لوگوں کے سامنے دین حق کا عملی نمونہ پیش کیا جائے تا کہ لوگ اس طرف مائل ہوں اور اسلام کی برکتوں سے فیضیاب ہوں

مبلغین کے ذاتی اوصاف:

تبلیغ کی کامیابی مبلغ کے ذاتی اوصاف اس کے اخلاق و کردار اور اس کی عملی قابلیت پر موقوف ہوتی ہے۔ داعی کے اوصاف انتہائی اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(1) علم و بصیرت (2) فہم و فراست (3) دانش و بنیش (4) قابلیت کے مناسب طبقات کا انتخاب جاننے والا ہو (5) سیرت و کردار (6) دعوت کی عملی ترتیب کو جانتا ہو (7) خشیت الٰہی و عدم خشیت خلائق (8) استغنا (9) صبر و تحمل (10) عفو و درگزر (11) مستقل مزاجی۔

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ہر ہفتے ایک مرتبہ وعظ کیا کرو دو مرتبہ کر سکتے ہو، تین مرتبہ سے زیادہ وعظ مت کہنا اور اس قرآن سے لوگوں کو متنفر نہ کرنا اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات میں مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کر دو اور ان کی بات کاٹ دو اگر تم ایسا کرو گے تو ان کو وعظ و نصیحت سے متنفر کر دو گے بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو اور جب ان کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ کریں تو پھر وعظ کہو۔

شیخ سلسلہ سے محبت کے تقاضے

(عارف عزیز)

پیارے مرشد و بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے بظاہر ترقی یافتہ مگر نہایت گئے گزرے دور میں ''توحید'' کا جو پودا لگایا اور اُسے اپنے خون سے سینچا تھا اب ایک شجر سایہ دار بن چکا ہے دُنیا میں یہ واحد سلسلہ تصوف ہے جس کی بنیاد اور نام توحید پر رکھا گیا ہے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے قبل کے سبھی سلاسل تصوف کا نام کسی بزرگ یا بانی سلسلہ کے نام پر ہے جن کا فرمان تھا ''کہ **مى نازد به قُرب و يارى تو** " وہ بھلا اپنے دوست کے نام کو چھوڑ کر سلسلے کو اپنا نام کیسے دے سکتے تھے کیسا پیارا نام ہے ''سلسلہ عالیہ توحیدیہ'' تصوف کی تعلیم کو دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا، دقیق اور نا قابل بیان روحانی اصطلاحات کو عام فہم اور مختصر ترین پیرائے میں بیان فرما کر قابل عمل بنانا صرف اور صرف قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ہی کا کمال تھا۔ شیخ ثانی اور شیخ ثالث نے اپنے اپنے وقت ہی اپنی اپنی بصیرت سے تعلیم توحید کو من و عن جاری رکھا۔ بالخصوص شیخ ثالث جناب قبلہ محمد صدیق ڈارؒ نے جس محنت شاقہ اور جانفشانی سے بظاہر ایک منتشر شیرازہ کو یکجا کر کے ایک نئے مرکز تعمیر ملت میں سالکان راہ خدا کے لئے اپنی روحانی پیاس بجھانے کا نتظام وانصرام کیا وہ آپؒ کی اپنے مرشد سے محبت والہانہ وابستگی تعلیم کا صحیح ادراک اور اُسے ''حکمت'' سے ملک کے کونے کونے میں پہنچانے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آئین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی پاسداری، منصب خلافت کی نئی ذمہ داریوں کے لئے بروقت اور ہم ہی سے بہترین شخصیت کا انتخاب اور آپؒ کے پردہ فرما جانے کے بعد جس طرح آپ کے اہل وعیال نے نئے شیخ سلسلہ کو مرکز تعمیر ملت میں خوش آمدید کہا اور جس خوبصورت انداز میں ''انتقال خلافت'' منعقد ہوا وہ صرف اور صرف قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈارؒ کی نہ صرف ہماری بلکہ اپنی پیاری پیاری اولاد کی تربیت خاص کا خاصہ اور طرۂ امتیاز تھا۔ اللہ ان کے درجات بلند

فرمائے اور ان کی اہل وعیال کو بے پایاں نعمتوں سے نوازے (آمین)

ہم سے اپنی ماؤں سے بڑھ کے محبت کرنے والے مرشدین کرام "نوراللہ مرقدھم" کی محبت ہم سے متقاضی ہے کہ ہم اُن کی تعلیمات پر نہ صرف از خود کما حقہٗ عمل کریں بلکہ اُس کی تبلیغ واشاعت میں اپنا اپنا کردار ادا کریں۔

تصوف کی تعلیم کو جس طرح قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے پیش کیا اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا اور نہ آئندہ کئی سو سال تک کوئی پیش کر سکے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا "قدرت کے سینکڑوں راز معلوم ہو چکے ہیں جس کے نتیجے میں اب چاند اور ستاروں کا سفر درپیش ہے اور ایک عالم ماورائے مادہ کا عقیدہ قائم ہو چکا ہے لیکن یہ جو فرمایا کہ ہم ان کے نفوس میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے (سورہ حم السجدہ آخری دو آیات) یہ بہت قابل غور بات ہے کہ ایکسرے کے ذریعے بدن کے اندرونی اعضائے رئیسہ کے حالات تو بہت کچھ اب دکھائی دینے لگے ہیں کہیں یہ تو مراد نہیں کہ آئندہ آلات کے ذریعے انسانی عقل "نفس اور روح وغیرہ کی لطافت و کثافت بھی معلوم ہو جایا کرے گی۔ دل کے خیالات بھی ریکارڈ ہونے لگیں گے وغیرہ وغیرہ تعجب تو کچھ نہیں اگر ایسا ہوا اور اس کے ساتھ یہ جو کہا ہے کہ انہیں ہماری "لقاء" پر شک ہے۔ مگر ہم ہر چیز پر محیط ہیں اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ آئندہ کچھ ایسے آلات نکل آئیں کہ خدا کی موجودگی اس قدر ثابت اور ظاہر ہو جائے جیسے آنکھوں سے دیکھ کر ہوتی ہے (تعمیر ملت تفکر بالمشاہدہ کا تیسرا طریقہ)

کیا ہم سب اللہ رحیم وکریم کے احسانات کا بدلہ چکا سکتے ہیں جس نے اپنے خاص کرم سے ہمیں ایسی تعلیم سے روشناس کرایا اور اُسے عملی طور پر سیکھنے کے لئے اپنے مقربین کا تعارف کرایا۔ اپنے آپ کو معمولی نہ سمجھئے اور خود بھی جام وحدت پیجئے اور اوروں کو بھی پلایئے۔ بات عمل کی ہے۔

کسی بھی سلسلے میں تصوف کا سلیبس متعین نہیں ہے اور ہمارے یہاں نہ صرف ہے بلکہ نہایت سہل العمل اور مختصر ترین ہے ہر وقت پاس انفاس مگر جب بھول جاؤ تو یاد کر کے پھر

شروع کرلو ایک تسبیح (بلا ناغہ) ذکر نفی اثبات غصہ ونفرت کی نفی عالمگیر محبت وصداقت اختیار کرنا مگر جہاں محبت اور صداقت کا مقابلہ آن پڑے وہاں صداقت کا ساتھ نہ چھوڑنا اور محبت کو قربان کر دینا چند ہفتوں میں بندے کا کام بن جاتا ہے اور جب کچھ بن جاؤ تو خدمت خلق کو اپنا شعار بنالو حرارت قلب تیز اور آپے سے باہر جانے لگے تو ایک ہزار بار روزانہ درود شریف (قبلہ محمد صدیق ڈارؒ صاحب عموماً مغرب کے بعد درود شریف پڑھا کرتے تھے)۔ تعلیم پر من وعن عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا ہی مرشدین سے محبت کا تقاضا ہے۔

چونکہ ہمارے یہاں روایتی پیری مریدی کا رواج ہے اس کے باوجود قبلہ انصاریؒ نے ہمیں کشف وکرامات کی بجائے خالص توحید کی تعلیم سے روشناس فرمایا اکثر مجالس میں کشف وکرامات کا ذکر اس انداز سے سننے میں آتا ہے کہ لگتا ہے ہم دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے بیعت ہوئے ہیں۔ بقول قبلہ انصاریؒ ہر ولی سے کرامات ظہور پذیر ہوتی ہیں لیکن ضروری نہیں کہ ہر صاحب کرامات ولی اللہ بھی ہو، پھر فرمایا بزرگوں کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ کیسا ہی گناہگار اور فاسق وفاجر مسلمان ان کے پاس بیٹھے وہ محض ان کے اثر محبت سے انہی جیسا نیک اور بزرگ بن جاتا ہے یہ کرامت ایک ولی کے سوا اور کوئی نہیں دکھا سکتا (تعمیر ملت)

میری پیارے برادران سلسلہ سے گذارش ہے کہ اصل تعلیم کی طرف توجہ دیں اور اسی کی ترویج کو اپنا شعار بنائیں ہمارے سلسلہ میں طالبین سے بھی کرامات ہوتی رہتی ہیں یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ دوسرے سلسلوں کی انتہا ہمارے سلسلہ کی ابتداء سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کر کے دیکھ لیجئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ''قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد ان کا فیض دس گنا بڑھ جائے گا'' یہی حال قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا ہے۔

کوئی مائل بہ کرم ہو تو ہم شانیں کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں۔

مجاهده

(خالد محمود)

مجاہدہ کی حقیقت نفس کی مخالفت کی مشق و عادت ہے۔حق تعالٰی کی رضاو اطاعت کے مقابلے میں نفس کی خواہشات و مرغوبات کو مغلوب رکھا جائے ۔اعمال صالح میں مشقت ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ اعمال صالحہ نفس کی خواہش کے خلاف ہیں ۔بعض اوقات اطاعت میں کسل و سستی کرنے لگتا ہے اس وقت اس کو مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے ۔مجاہدہ سے مقصود نفس کو پریشان کرنا نہیں بلکہ نفس کو مشقت کا عادی بنانا اور راحت کی عادت ختم کرنا ہے ۔مجاہدے کی دو اقسام ہیں ایک مجاہدہ جسمانی کہ نفس کو مشقت کا عادی کیا جائے مثلاً نوافل کی کثرت سے نماز کا عادی کرنا روزہ کی کثرت سے طعام کی حرص وغیرہ کو کم کرنا ۔ایک مجاہدہ مخالفت نفس ہے جس وقت نفس معصیت کا تقاضا کرے اس وقت اس کے تقاضے کی مخالفت کرنا اصل مقصود ہے یہ مجاہدہ واجب ہے پہلا مجاہدہ اس کی تحصیل کیلئے کیا جاتا ہے جب نفس مشقت برداشت کرنے کا عادی ہوگا تو اس کو اپنے جذبات ضبط کرنے کی بھی عادت ہوگی ۔نفس کی جائز خواہشوں کی بھی کسی حد تک مخالفت کریں مثلاً کسی لذیذ چیز کا جی چاہا تو اس کی خواہش کو پورا نہ کیا جائے ۔اس کی درخواست کو رد کر دیا جائے ۔

مجاهده کی اقسام

قلت کلام : انسان جو کلام کرتا ہے اس کی تین اقسام ہیں ۔اوّل مفید جس میں کوئی دین یا دنیا کا فائدہ ہو ۔دوئم مضر جس میں دین یا دنیا کا کوئی نقصان ہو ۔سوئم : نامفید، نہ مضر جس میں نہ کوئی فائدہ ہو نہ کوئی نقصان ۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا اسلام صحیح اور درست ہونے کی علامت ایک یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں اور باتوں کو چھوڑ دے ۔سالکین کے نزدیک ضروری باتوں میں سارا دن لگ جائے اس کے قلب پر اثر نہیں ہوتا مگر فضول ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو

دل سیاہ ہوجاتا ہے۔اس کو چاہیے کہ کوئی بات کرنے سے قبل تھوڑی دیر تامل کرے اور سوچے کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ ناخوش تو نہ ہونگے! مزید ہر لایعنی بات کے بدلے اپنے نفس پر دو رکعت لازم کرلو یا ایک دن کا روزہ لازم کرلو تا کہ لایعنی باتوں سے باز آسکو۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے سوا تو بہت زیادہ کلام نہ کیا کرو اس سے تمہارے دل سخت ہوجائیں گے یعنی اس میں خشوع نہ رہے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جسے اس بات سے خوشی ہو کہ وہ سلامت رہے تو وہ خاموشی کو لازم پکڑلے"۔سالک کما حقہ تقویٰ اختیار نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان سے فضول گفتگو کو کنٹرول نہ کرے اور دل اس وقت سیدھا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی زبان درست اور سیدھی نہ ہو۔مشائخ فرماتے ہیں خاموشی باقاعدہ سیکھو، مشق کرو جیسے کلام سیکھتے ہو۔خاموشی اختیار کرنے کی بناء پر صحیح قول و عمل کی توفیق ملتی ہے۔خاموشی عقل کو روشن کرتی ہے، تقویٰ سیکھاتی ہے۔خاموشی سینوں کو حکمت کے موتیوں کا خزانہ بنادیتی ہے۔

کثرت کلام میں تقویٰ قائم نہیں رہ سکتا اور دل کے منتشر ہونے کا باعث ہے، دل کے انتشار میں فکر کا انتشار ہے جو مقامِ مقربین سے گرادیتی ہے۔جس کی گفتگو زیادہ ہوئی اس کی غلطیاں زیادہ ہوئیں اور جس کی غلطیاں زیادہ ہوئیں اس کا دل مردہ ہوگیا۔دس میں سے نو حصے سلامتی خاموشی میں ہے۔مومن کی زبان اس کے پیچھے ہوتی ہے کہ جب وہ بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سوچتا ہے اگر اس میں اس کا فائدہ ہو تو بات کرتا ہے اگر نقصان ہو تو خاموش رہتا ہے۔ زبان لڑائی کی کنجی ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ ابنِ آدم کی زیادہ خطائیں اس کی زبان میں ہونگی۔

خلوت: خلوت سے گناہوں سے اجتناب ہوتا ہے نگاہ، کان اور دل کی حفاظت ہوتی ہے لیکن دل میں کسی غیر کا خیال نہ لایا جائے۔جن لوگوں کا وقت خلوت کے لئے مخصوص نہیں ہوتا رفتہ رفتہ ان کا قلب انوار سے بالکل خالی ہوجاتا ہے۔خلوت فکر آخرت کو بڑھاتی ہے، نفس کے دنیاوی لذتوں میں افکار کو کم کرتی ہے، دل کو مخلوق سے فارغ رکھتی ہے، عزم کو ثابت قدمی پر قوی کرتی ہے۔

لوگوں سے علیحدہ رہنا عافیت ہے اور لوگوں سے میل جول رکھنا اس عزم کو کمزور کر دیتا ہے جو نیک اعمال کے لئے قوی تھا اور اس پختہ ارادہ کو توڑ دیتا ہے جو بندہ کو خلوت میں حاصل ہوتا ہے۔ اہلِ غفلت کو دیکھ کر عبادت میں کمی اور سست لوگوں کی صحبت سے اطاعت سے اکتاہٹ ہوتی ہے۔ بے فائدہ لوگوں کے پاس نہ رہو اور نہ ہی ان سے معاملہ رکھو مخلوق کی طرف نظر نہ کرو خاص کر جان پہچان والوں سے بہت بچو۔

آنکھ دل کا دروازہ ہے اور اسی سے آفتیں داخل ہوتی ہیں جس کی نظریں زیادہ ہوں گی اس کی حسرتیں بڑھ جاتی ہیں اور دنیا کی طلب اور حرص بڑھ جاتی ہے مرید اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خلوت میں جماعت کے مقابلے میں زیادہ لذت، حلاوت اور ترقی پائے اور تنہائی میں ظاہر حالت کے مقابلے میں زیادہ نشاط اور قوت پائے، تنہائی سے اسے اُنس ہو۔

قلت طعام

"ابن آدم کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا کھڑا رکھ سکیں" (الحدیث)

تقلیل طعام کو شریعت نے روزہ کی صورت میں مقرر فرمایا ہے۔ تقلیل غذا سے اکثر صحت برباد ہو جاتی ہے نہ اتنی کم کرے کہ صحت برباد ہو جائے اور نہ اتنا کثرت ہو یعنی حد سے زیادہ کھا لے۔ بسیار خوری پُرخوری البتہ منع ہے یعنی اتنا ہرگز نہ کھانا چاہیے کہ طبیعت بھاری ہو جائے، دن سستی اور کاہلی میں گزرے رات کو عبادت کے لئے جاگنا محال ہو۔

بھوک دل کے خون کو کم کرتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے بھوک دل کی چربی کو پگھلاتی ہے اور اس کے پگھلنے میں رقت ہے جو ہر نیکی کی کنجی ہے۔ جب دل سے خون کم ہوتا ہے تو شیطان کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے کیونکہ دل کا خون اس کا ٹھکانہ ہے جب دل رقیق ہوتا ہے تو شیطان کا تسلط کم ہو جاتا ہے کیونکہ دل کے بھاری پن میں شیطان کا غلبہ ہے۔ اور خون ہی نفس کا ٹھکانہ ہے اور شیطان ابنِ آدم کے شریانوں میں دوڑتا ہے تو اس کے راستوں کو بھوک اور پیاس سے تنگ

کردو۔پیٹ بھر کر کھانا دنیا کی رغبت کی کنجی ہے جب پیٹ بھر جاتا ہےتو خواہشات ابھرنے لگتی ہیں۔حضرت ثوریؒ سےمنقول ہے کہ دو خصلتیں دل کوسخت کردیتی ہیں ۔پیٹ بھر کر کھانا اورزیادہ باتیں کرنا۔جب تک کھانا سامنے نہ آجائے کھانے کا خیال ہی دل میں نہ آئے۔

حلال طعام زیادہ کھانے سےقساوت قلبی پیدا ہوتی ہےاورنور زائل ہوجاتا ہے جب انسان پیٹ بھر کر کھاتا ہےتواس کےجسم میں تکبر اور آنکھوں میں بدنظری کی خواہش پیدا ہوتی ہے کان بری باتیں سننے کےمشتاق ہوتے ہیں شرمگاہ شہوت رانی کا تقاضہ کرتی ہےاورزبان بےہودہ گوئی پرآمادہ ہوتی ہے گویاانسان کےافعال اوراقوال واعمال کی اچھائی بُرائی کاانحصارغذا پر ہے۔ ضرورت سے زیادہ کھانے سےعلم وفہم میں کمی واقع ہوجاتی ہےاورعبادت میں کمی واقع ہوتی ہے آنکھوں میں نیندبھری رہتی ہےاوراعضاءسست پڑجاتے ہیں ہر بیماری کی اصل بدہضمی ہےاورہر علاج کی اصل بھوک اورکم خوراک ہے۔اگر آپ پیٹ بھر کے کھانے کے عادی ہوتو حلاوتِ عبادت کی اُمید نہ رکھواوردل میں بغیر عبادت کےنور کیسے آسکتا ہے۔صرف ایک خراب لقمے سے دل کی کیفیت خراب ہوجاتی ہے ایک سال تک نمازتہجد ادا کرنے سےمحروم ہوجاتا ہے۔کچھ بزرگ نفس کوکم تر خوراک دینے کا عادی بناتے ہیں وہ ہررات غذا کوکم کرتے رہتے تھے۔جوشخص صرف اللہ کے لئے بھوکا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے ایسی باطنی مسرّت عطا فرماتے ہےوہ کھانے کوبھول جاتا ہےانواروتجلیات سےلبریز ہوجاتا ہےاوراس کاروح قوی ہوکراسے عالم روحانی کےمرکزی مقام کی طرف کھینچ لے جاتا ہےاورشہوت نفسانی کی سرزمین سےنفرت کرتا ہے پھرنفس دنیاوی کھانوں اورحیوانی خواہشوں کوحقیر سمجھتا ہے جوسالک چالیس دن تک ذکروعمل اورخوراک کی کمی کےذریعےاپنی روحانیت کوقائم رکھنے کی کوشش کرتا رہےتواس کےقلب سےحکمت کےچشمےاس کی زبان پرظاہر ہوتے ہیں۔

••

اعتدال در قلت منام

رات کا اٹھنا اور جاگنا نفس کے کچلنے میں خوب موثر ہے۔نماز ہو یا ذکر ظاہراً اور باطناً ہر بات خوب ٹھیک سے ادا ہوتی ہے۔جس طرح روزہ میں عادت کی تبدیلی سے مجاہدات کی شان آجاتی ہے نیند کم ہونے سے رطوبت فضلیہ کم ہوتی ہے جو صحت کے لئے ضروری ہے اس سے چہرے پر نور پیدا ہوتا ہے ایک محدث کا قول ہے جو رات کو نماز زیادہ پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ خوبصورت ہو جائے گا حد سے زیادہ سونے سے برودت بڑھ جاتی ہے۔جس سے قوت فکر کم ہو جاتی ہے۔اگر نیند بہت غالب ہو تو اس کو دفع نہ کیا جائے ورنہ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دماغ میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے پھر غلبہ نوم سے قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور کچھ خبر نہ ہو کہ زبان سے کیا نکل رہا ہے اس کو لیٹ جانا چاہیے۔

قلت اختلاعت مع الانام:

لوگوں سے اختلاط میل جول نہ بڑھانا چاہیے۔ایک تعلق محمود ہے۔جس کا شریعت نے حکم فرمایا ہے وہ عین تعلق بحق ہے اس کا قطع کرنا جائز نہیں دوسرا تعلق مذموم جس کی شریعت میں ممانعت ہے اس کا قطع کرنا واجب ہے تیسرا تعلق مباح جو نہ طاعت ہے نہ معصیت اس میں قطع کی ضرورت نہیں البتہ کم کرنا ضروری ہے مخلوق کے ساتھ تعلقات عبادت سے غافل کر دیتے ہیں شدید ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلو۔

اصلاحِ نفس اور نماز

(عبدالقیوم ہاشمی)

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کا تصوّر چند مخصوص ایام اور اوقات تک محدود نہیں بلکہ اصل بندگی تو آخری دم تک اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ اِسی لئے اسلام دیگر مذاہب کی طرح زیادہ زور پوجا پاٹ پر نہیں دیتا، جو اپنے معبودوں کو انسانوں پہ قیاس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس طرح بڑے آدمی، سردار یا بادشاہ خوشامد سے خوش ہوتے ہیں، نذرانے پیش کرنے سے مہربان ہوجاتے ہیں، ذلت اور عاجزی سے ہاتھ جوڑنے سے پسیج جاتے ہیں۔ اسی طرح اُن کا معبود بھی انسان سے خوشامد نذرونیاز اور اظہارِ عاجزی کا طالب ہے اور وہ بھی چند مخصوص اوقات میں پوجا پاٹ کی خاص مراسم ادا کرنے سے راضی ہوسکتا ہے اور اس کے بعد ہر انسان آزاد ہے کہ وہ اپنی زندگی کے معاملات جیسے چاہے گزارے۔ اس کے برعکس اسلام میں ہے کہ انسان کی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں بسر ہو اور جو شخص ایسا کرتا ہے قرآن ایسے شخص کو متقی اور صالح قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اسلام میں ارکانِ اسلام پہ عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی "**کامل عبودیت**" کا مظہر نہیں بلکہ "**اظہارِ عبودیت**" کا مظہر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عقائد اسلام اور ارکانِ اسلام پہ عمل پیرا ہوکر اصلاحِ نفس کریں تاکہ ہماری تمام زندگی کے معاملات اللہ تعالیٰ کی عین منشاء و مرضی کے مطابق سرانجام پائیں۔ اسلام میں بندگی اور کامل عبودیت کا یہی تصور اسے دیگر مذاہب سے منفرد بناتا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ نماز انسان کے نفس اور قلب و ذہن کی کس طرح تربیت کرتی ہے۔

نماز انسان کے ذہن میں اس بات کا شعور ہر وقت تازہ رکھتی ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ کا بندہ اور غلام ہے۔ یہ نماز اسے یاد دلاتی ہے کہ تم اللہ کے بندے بنو، نفس اور شیطان کے بندے مت بنو۔ یہی نماز اسے صبح سے رات سونے تک اسے بار بار یاد دلاتی ہے کہ تم صرف اور

صرف اللہ ربّ العالمین کے بندے ہو۔ یہ نماز کتنی ارفع و اعلیٰ عبادت ہے کہ اسکی ادائیگی کیلئے ایک مسلمان اپنے دفتری، کاروباری اور گھریلو امور کو ترک کر کے سیدھا اللہ کے دربار میں حاضر ہوجاتا ہے۔وضو کے ذریعے اپنے جسم کے ظاہری اعضاء کو پاک صاف کرتا ہے اور نماز میں داخل ہونے کیلئے اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر تکبیر " اللہ اکبر" کے ذریعہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ دنیا کے کاموں سے دست بردار ہو رہا ہے اور دونوں ہاتھ باندھ کر اپنے بادشاہ حقیقی اور خالق حقیقی کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ دست بستہ حاضر ہو گیا ہے یعنی خود کو اپنے ربّ کے سپرد کر کے دنیا سے تمام ناطے توڑ کر اپنے ربّ کریم سے جڑ گیا ہے۔اس ربّ کے ساتھ جس نے اُسکے جسم میں روح پھونکی اور اسے بن مانگے سمیع وبصیر بنایا۔نماز میں اگر یہ کیفیت حاصل ہوجائے تو بہ الفاظ حدیث جبرائیل یوں محسوس ہوگا جیسے وہ خود اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ایسی ہی نماز کے متعلق آنحضورﷺ نے فرمایا " **الصلوٰۃُ معْراجَ الْمُومِنِین** "اور قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے" وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ " (اور سجدہ کرو اور قریب ہوجاؤ)۔

اگر ہماری نمازیں اللہ کی حضوری اور قُرب کا باعث نہ بنیں تو غالب امکان ہے کہ روز قیامت ہماری غفلت اور ناقص نمازیں ہمارے لئے وبال جان بن جائیں کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

"پس خرابی ہے اُن نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں" **(سورہ الماعون)**

حدیث مبارکہ ہے کہ بندہ اپنے ربّ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے لہذا سجدے میں کثرت سے دُعا کیا کرو(**رواہ مسلم-482**)

اللہ کی یاد (خواہ وہ نماز کی شکل میں ہو یا تلاوت قرآن کریم یا ہر لحظہ ذکر الٰہی) کے بغیر قُرب الٰہی، حضوری باری تعالیٰ اور قلبی اور نفس مطمئنہ کی بابرکت کیفیات کا حصول ناممکن ہے۔لہذا ہر بندۂ مومن کو چاہیے کہ قرب الٰہی والی نمازوں کی خاطر اُٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے ہوئے بھی کثرت کے ساتھ ذکر اللہ کرتا رہے تا کہ بندۂ خدا جلد از جلد قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز ہوجائے اور اگر صحبت صالح میّسر آجائے تو کامل عبودیت اور بندگی کے مراحل اور بھی زیادہ سہل ہوجاتے ہیں۔

اے ہمدمِ دیرینہ

(واصف علی واصف)

تم تو بڑے نڈر تھے تم ماں باپ سے بھی نہیں ڈرتے تھے تم کسی ناگہانی آفت سے کبھی خوفزدہ نہیں تھے۔ تم بڑے حوصلے والے تھے۔ مگر آج تم اپنے سائے سے ڈر رہے ہو تم اپنی اولاد سے خوفزدہ ہو۔ تمہارے بچوں نے تمہیں کس اذیت سے گزارا ہے۔ بے خوف دل میں خوف کا پیدا ہونا عجب ہے یہ بڑا انتشار ہے بزرگوں سے کی گئی گستاخیوں کی سزا گستاخ بچوں کی شکل میں ملتی ہے، بے ادب اور گستاخ اولاد والدین کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ <u>میرے دوست! والدین کی رُوحوں سے معافی مانگو کہ تمہارے بچے تمہاری عاقبت اور عبرت نہ بنیں جس نے والدین کا ادب کیا اس کی اولاد مودب ہوگی۔</u>

آج تمہارے پاس پیسہ ہے لیکن غریبی کا ڈر بھی ہے کل تک تم غریب تھے۔ تمہیں ڈر نہیں تھا۔ تم نے کبھی سوچا یہ سب کیا ہے؟ دولت جمع کرنے والا، اسے گننے والا، اس سے محبت کرنے والا کبھی سکھی نہیں ہوتا دولت کی آرزو میں غریبی کا ڈر ہے، غریب کو غریب ہونے کا ڈر نہیں ہوتا۔ اس کو امید ہوتی ہے کہ کبھی بھلے دن آئیں گے امیر آدمی کو ڈر ہوتا ہے کہ کبھی بڑے دن نہ آجائیں۔ تم نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ دولت کبھی کسی کو سکون نہیں دیتی دولت کی افادیت ہی پیسے خرچ کرنے میں ہے اور خرچ کرنے سے یہ کم ہو جاتی ہے گویا دولت کی افادیت ہی اس کے کم ہونے میں ہے۔ دولت جمع رہے تو اس کی افادیت ہی نہیں ہے، دولت مند کنجوس اور بخیل ہو جاتا ہے وہ دراصل کسی اور کے مال کی حفاظت پر مامور ہے اور یہ مال اس کے لواحقین کی وراثت ہے دولت کی تمنا اس کے حصول کا ارتکاز سب انتشار کے ابواب ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ غریب سکون میں ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ دولت مند سکون سے محروم ہوگا۔

• •

ہمدم! اپنی کمائی، جائز اور ناجائز کمائی محروم انسانوں تک پہنچا کر اپنے لیے سکون کا اہتمام کرو۔
اگر تمنا حاصل سے زیادہ ہو تو اضطراب پیدا ہوگا انتشار ہوگا اور اگر حاصل تمنا سے زیادہ ہو تو سکون کا باعث بنے گا کم آرزو والے انسان مطمئن رہتے ہیں۔

تم محبت بھی کرتے ہو۔ انسانوں سے نہیں اشیاء سے تمہیں کثرت عزیز ہے، تم آلائش سے آرائش سے آسائش سے زیبائش سے اور نمائش سے محبت کرتے ہو۔ تم فطری جذبات سے محروم ہو چکے ہو۔ تم اپنے مکان کو ہی سجاتے رہتے ہو اس میں فانوس روشن کرتے ہو اس میں چراغاں کرتے ہو مگر یہ تمہارے دل کی دنیا میں چراغاں نہیں کر سکتا۔ مکان جگمگا رہے ہیں اور دل بجھے ہوئے باہر کا چراغاں دل کا اندھیرا دور نہیں کر سکتا یہ روشنیاں کیا ہیں جبکہ اتنا اندھیرا ہے یہ محفلیں کیا ہیں جبکہ رُوح کے اندر تنہائی چیختی رہتی ہے۔ ایک دوسرے کے پاس رہنے والے ایک دوسرے سے ناشناس کیوں ہیں؟ کیا کوئی کسی کو نہیں جانتا؟ کیا کوئی کسی کے دل کے قریب نہیں؟ کیا کوئی کسی کے اندر نہیں جھانکتا؟ کیا سارے ہی سب سے اجنبی ہیں؟۔

کیا انجمن صرف تنہائیوں کا میلہ ہے؟ قہقہوں کے شور میں کوئی سسکیاں نہیں سنتا۔ کیا ہنستے ہوئے چہرے سب نقلی ہیں، سب لبادے ہیں؟ ہمدم! تم کون سی دنیا میں رہتے ہو جہاں بھیڑ ہے اور تنہائی ہے۔ جہاں آرزوؤں کے طوفان میں لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں کیا سب لوگ سب کی تلاش میں ہیں؟ کیا کوئی کسی کی تلاش میں نہیں؟

تم کس فکر میں سرگرداں ہو؟ تم ہمہ وقت مصروف کیوں ہو؟ تمہیں کیا ہو گیا؟ تمہارے پاس وقت نہیں کیا تم نے زندگی بیچ دی ہے اور اب تمہارے پاس اس سے حاصل ہونے والا مال خرچ کرنے کا وقت بھی نہیں ہے تم نے مکان بنایا اور اس میں رہنے کا وقت نہیں تمہارے پاس۔ تم نے خوشی حاصل کرنے کے لیے دل بیچ دیا اب خوشی کیسے محسوس کرو گے تمہارے پاس آسانیاں ہیں لیکن دل ہی نہیں تم مشین بن گئے ہو، ہمہ وقت مصروف، جذبوں سے عاری، غم اور خوشی سے

<u>لاتعلق ،سب سے بیگانہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ! یہ کیا انتشار ہے! یہ کس جرم کی سزا ہے، بے کیف زندگی بے جان حرکات بے سمت سفر ،بے معنی تگ و دو ،بے نام منزلیں ،بے امام مسافرت ،بے حضور قلوب ،بے نور دیدے ،بے شعور اُلجھنیں ،بے سبب اندیشے ،بے وجہ دھڑ کے بے نصیب کوششیں اور بے لگام وحشتیں ۔</u>

یہ دنیا کہاں جارہی ہے کچھ تم ہی بتاؤ یہ سب لوگ کہاں سے آرہے ہیں کدھر کو جارہے ہیں آوازیں ہی آوازیں ہیں اور کچھ سنائی نہیں دیتا بھیڑ ہی بھیڑ ہے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا آنا اور جانا ،جانا اور آنا یہ سب کیوں ہے ۔

انسان کماتا ہے تا کہ زندہ رہے اور زندہ رہتا ہے تا کہ کماتا رہے یہ کیا ہے؟ تم اس جہان رنگ و بو میں کیسے گزر کر رہے ہو؟ تم نے شاید سوچنا چھوڑ دیا ۔اچھا کیا۔سوچنا بہت بڑی بیماری ہے ایسی بیماری جس کا علاج نہیں ہے سوچنے والے کو کبھی رات کو سورج نظر آتا ہے کبھی دن کو تارے نظر آتے ہیں ۔وہ ہر شے کو ایک اور زاویے سے دیکھتا ہے سوچنے والا الفاظ کے معنی ہی نہیں معنی کے چہرے بھی دیکھتا ہے اور پھر ان چہروں سے محوِ کلام ہوتا ہے چہرے کے معنی اور معنی کے چہرے عجب بات ہے لیکن یہ کوئی بات نہیں سوچنے والوں کی دنیا دنیا والوں کی سوچ سے الگ ہے سوچنا اور ہر وقت سوچنا ہلاکت ہے تم نے اچھا کیا کہ تم سوچ سے نکل گئے ۔اب تم عمل ہی عمل ہو بے وجہ اور بے نتیجہ عمل لیکن تم مصروف ہو شاید تم مصروف رہنے کو کامیابی سمجھتے ہو مصروف ہمہ وقت مصروف مشین کی طرح دریا کی طرح ،چیونٹی کی طرح گردشِ افلاک اور گردشِ حالات کی طرح تم سوچ میں وقت ضائع نہیں کر سکتے کیونکہ وقت قیمتی ہے اور اسکی قیمت تم وصول کر چکے ہو تمہیں حرکت دینے والی طاقت کا نام ضرورت ہے اور ضرورت کا پجاری کثرت پرست ہوتا ہے کثرت پرست کو سوچ تدبر اور فکر مل ہی نہیں سکتے تم جس دنیا میں ہو اس میں وہی کچھ ہے جو ہے ۔

لیکن کبھی کبھی جب ضرورت ساتھ چھوڑ دے اور عمل کی قدرت نہ رہے تو اس بات پر غور کرنا کہ یہ سب کس لیے اگر یہ سب کچھ اس لیے اکٹھا کیا ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے تو اکٹھا

کرنے کا فائدہ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اسے نہ چھوڑا جائے یہ عجیب بات ہے کہ محنت کی عادت قائم رہے بھی تو انسان کی طاقت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے اس کا سفر جاری رہتا ہے لیکن سفر کی رفتار مدھم ہو جاتی ہے آنکھیں محفوظ رہتی ہیں لیکن بینائی غیر محفوظ ہے اس کا آنگن پھولوں سے بھرا ہوتا ہے لیکن وہ رنگوں اور خوشبوؤں کے طلسمات سے لطف اندوز ہونا بھول چکا ہوتا ہے ۔اس کے دسترخوان کشادہ ہوتے جاتے ہیں لیکن اس کا ذائقہ ختم ہو چکا ہوتا ہے وہ زندگی بھر کتابیں اکٹھی کرتا ہے کہ کبھی فرصت ملی تو پڑھیں گے لیکن جب لائبریری مکمل ہوتی ہے تو زندگی بھی مکمل ہو جاتی ہے اور اس طرح کتابوں کا مالک ہونے کے باوجود کتابوں سے نا آشنا ہی رہتا ہے۔

ہمدم! زندگی بڑی طویل ہے لیکن زندگی بڑی مختصر بھی ہے نہ گزرے تو ایک لمحہ نہیں گزر سکتا اور اگر گزرنے لگے تو صدیاں ایک لمحے میں سمٹ کر گزر جاتی ہیں اسی طرح جس طرح ہجر کا لمحہ اور وصال صدیاں یہ زندگی عجب ہے نہ سوچو تو کٹتی ہی چلی جاتی ہے اور اگر سوچنے لگو تو وقت ٹھہر جاتا ہے گردشیں رُک جاتی ہیں ماضی حال اور مستقبل صاحب فکر کے سامنے ایک لمحہ میں سمٹ جاتے ہیں ایسا لمحہ جس میں وہ پرانے کاغذ پرانے خطوط جن میں پرانے چہرے اور پرانی آنکھیں لکھی ہوتی ہیں اچانک ایک نیا لباس پہن کر نئے معنی سے نئے سفر پر ہمسفری کی تمنا کرتے ہیں وہ جو نہیں ہوتے ،ہوتے ہیں اور جو ہوتے ہیں نہیں ہوتے اور اس طرح ہونا اور نہ ہونا شروع ہو جاتا ہے ہمدم ! یہ سب سوچ کے طلسمات ہیں ،فکر کے کرشمے ہیں تمہاری دنیا سے دُور تمہارے جہاں سے الگ تمہارے زمانے میں لیکن تمہارے زمانے سے باہر تمہارے شب و روز میں حاصل اور محرومی ہے لیکن صاحبان فکر کے ہاں نہ سُود ہے نہ زیاں ہے وہاں مسلسل خلش ہے مستقل تپش ہے اس لیے تم اپنے سفر پر گامزن رہو تم اپنے شب و روز کو پریشان نہ کرو تم کماتے جاؤ اور کھاتے جاؤ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہارے آنگن میں پھول کھلیں تمہارے مکانوں میں چراغاں رہے۔

تقویٰ: قربِ الٰہی کا موجب

(مرسلہ: ایم طالب)

ارشادِ ربِ کائنات ہے کہ: "یہ کتاب (قرآن حکیم) ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے، متقین کی رہنما ہے" (سورہ البقرہ)

لغت میں تقویٰ کے معنی ڈرنے، بچنے اور چھوڑ دینے کے ہیں۔

اصطلاح میں تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی محبت میں نفسانی خواہشات پر عمل نہ کرنا، اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس کرتے ہوئے گناہوں سے اجتناب کرنا، پرہیزگاری اختیار کرنا، برے کاموں، بے حیائی اور بے ہودہ باتوں سے نفرت کرنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی کے پیش نظر خود ہر غم وحسرت سہہ لینا، مگر اپنے معبودِ برحق کو راضی رکھنا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ بندے کی زندگی اپنے کریم رب کے حکموں اور رسولِ عربی ﷺ کے سنہرے اور خوبصورت اطوار کی عکاس بن جائے بس! اسی کا نام تقویٰ ہے یہی تقویٰ انسانی زندگی کا شرف ہے، تقوی دولت ہے، ایک انمول خزانہ ہے، تقوی ایک قیمتی سرمایہ ہے جس کے ذریعے علم، روحانی ترقی، کامرانیاں اور قربِ الٰہی کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔

قرآن کریم فرقان حمید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تقویٰ کے ذریعے خیر و برکت، اجر وثواب، نیک بختی اور سعادت مندی کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ "متقی و پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں مزے اڑائیں گے۔ پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ "متقی لوگ بے کھٹکے اس مقام میں ہوں گے، جہاں کسی قسم کا خوف ڈر، فتنہ و فساد نہ ہوگا، اس کے برعکس جو بندہ خود کو خواہشاتِ نفسانی کا اسیر و تابع کرلے گا تو قریب ہے کہ دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی، ناکامی و نامرادی اس کا مقدر بنے۔ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

"جس نے سرکشی کی اور دنیا کی لذت کو پسند کیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو اللہ سے ڈرا اور نفس کی

خواہشات کی تکمیل سے رکے گا اس کی جگہ جنت ہے"

حدیث مبارکہ ہے کہ "تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور جب برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرلو وہ اس کو مٹادے گی اور لوگوں کے درمیان اچھے اخلاق کے ساتھ رہو"

قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد مقامات پر تقویٰ کی اہمیت فضیلت اور اس کے فوائد کا ذکر موجود ہے۔

1- "اگر تم تقویٰ اور صبر کرتے رہو گے تو یہ درحقیقت بہت ہی اولوالعزم لوگوں کا کام ہے"(آل عمران)

2- "اور اگر تم کرو صبر اور اختیار کرو تقویٰ تو دشمنوں کے مکر و فریب اور ان کی تدابیر کوئی نقصان نہ کرسکیں گی"(آل عمران)

3- "اللہ تعالیٰ متقی اور پرہیز گار اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے ساتھ ہے"(سورہ النمل)

4- "جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے سبیل پیدا کردے گا (گناہوں سے بچنے کی) اور انہیں ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ ہو"(سورۃ طلاق)

5- "اللہ تعالیٰ تو پرہیز گاروں ہی کے اعمال قبول فرماتے ہیں"(سورۃ المائدہ)

6- "بے شک اللہ کے نزدیک عزت اس کی ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے"(سورہ الحجرات)

7- "جو لوگ ایمان لائے اور وہ اصحاب تقویٰ بھی تھے ان کے لئے دنیا و آخرت کی زندگی میں خوش خبری اور بشارت ہے"(سورۃ یونس)

8- "پھر ہم اہل تقویٰ کو جہنم سے نجات عطا کریں گے"(سورۃ مریم)

9- "یہ جنت اہل تقویٰ کے لئے تیار کی گئی ہے"

10- "اللہ پرہیز گاروں کو محبوب رکھتے ہیں"۔

ان تمام قرآنی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اور سعادتیں اللہ عزوجل نے تقویٰ میں جمع کردی ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول عربی ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل اختیار کرلیں تو ان کے دین و دنیا کے لئے وہی کافی ہے۔ مفہوم آیت ہے کہ "اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے" (قرآن مجید)

یعنی اللہ جل شانہ کی اطاعت اس طرح کی جائے کہ ذرہ برابر بھی نافرمانی نہ ہو اور ہر سانس کے ساتھ اپنے خالق و مالک کو یاد کیا جائے اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کیا جائے اور ناشکری نہ کی جائے ایک صحابیؓ نے سرکار مدینہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمادیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑلو یہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے" تقویٰ کی بدولت ہی اعمال خیر کی توفیق نصیب ہوگی قرب الٰہی اور قرب رسول ﷺ نصیب ہوگا۔ تقویٰ اختیار کرنے پر بارگاہ الٰہی سے تمام کار خیر میں برکت، درستگی اور قبولیت کا شرف نصیب ہوگا۔ عربی کے ایک شاعر نے خوب کہا ہے کہ:

ترجمہ "جو شخص اللہ پاک سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ نفع مند اور کامیاب تجارت کررہا ہے کیونکہ انسان کے ساتھ قبر میں صرف اعمال صالحہ او تقویٰ ہی جاتے ہیں"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "رسول ﷺ دنیا کی کسی چیز کو تعجب اور پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے مگر صاحب تقویٰ کو"۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کونین ﷺ کی خدمت اعلیٰ میں عرض کی کہ "مجھے کچھ ہدایت فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے"۔

تقویٰ اللہ رب العزت کی دوستی، قرب و محبت کا ذریعہ ہے، بندہ کسی بھی عمل صالحہ سے اتنا جلدی اللہ کا جود و کرم، فضل و عنایت، مدد و نصرت حاصل نہیں کرسکتا جتنا جلدی تقویٰ کی بدولت ان اکرام و انعامات سے مستفید ہوسکتا ہے۔ بس! اس درجے اور مقام کو حاصل کرنے کے لئے نفس سے کھلی جنگ لڑنی ہوگی۔

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ "گناہ سے نفس کو بچائے رکھنا اور اپنے رب کریم

کے لئے ممنوعہ باتوں سے اجتناب کرنا اور اپنی زندگی کو اللہ جل جلالہ کی اطاعت و تابعداری میں گزارنا اور ہر قدم پر اللہ سے ڈرنا" یہی متقی کی شان ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ تو یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ پاک نے حرام کیا ہے اس سے ہر حال میں بچنا اور جو فرض کیا ہے اس پر عمل کرنا اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے رزق عطا فرمائے وہ خیر ہی خیر اور فرمایا کہ پرہیزگار کو لگام دی گئی ہے جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو"

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں "متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہو۔

تمام قرآنی دلائل اور احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ نعمت خداوندی ہے۔تقویٰ کو اختیار کرنے میں ہی بندہ مومن کی خیر اور بھلائی مضمر ہے۔ تقویٰ ہی دینی اور اخروی کامیابیوں اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے،تقویٰ ہی عبادات کی قبولیت کا ضامن ہے۔تقویٰ اختیار کرنا تمام کارِ خیر میں اعلیٰ و ارفع ہے۔

ارشاد ربانی ہے کہ "جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں خود راستوں کی ہدایت کردیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔(سورۃ عنکبوت)

یا اللہ! ہمیں تقویٰ کی ماہیت و حقیقت اور اس کے ثمرات پر نظر رکھتے ہوئے تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما اور نیک اور صالح مسلمانوں کی صحبت میں وقت گزارنے اور نماز کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین اور تقوی میں ایسا کمال عطا فرما کہ ہم نفسانی خواہشات سے لڑیں،تمام برائیوں کو دفن کرسکیں،تمام مسلمان بھائی بھائی بن کر رہنے والے بن جائیں۔ (آمین)۔

شیطان اور اُس کی چالیں

(پیر خان توحیدی)

شیطان عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی غصہ سے سوختا ہو جانے کے ہیں شیطان کو بھی شیطان اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں قوت غصبیہ اور حمیت مذمومہ افراط کے ساتھ پائی جاتی ہے اسی بناء پر اس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ شیطان عربی زبان میں سرکش متمرد اور شوریدہ سر کو بھی کہتے ہیں جس میں انسان اور جن دونوں جنس شامل ہوتی ہیں ۔ اگر چہ قرآن میں یہ لفظ زیادہ تر شیطان (جن) کے لئے آیا ہے لیکن بعض مقامات پر شیاطین صفت انسانوں کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور سیاق و سباق سے با آسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں انسان مراد ہیں اور کہاں جن ۔

شیطان کا دوسرا نام ابلیس ہے۔ جس کے معنی سخت نا اُمیدی کے باعث غمگین ہونے کے ہیں اصطلاحاً اس سے وہ جن مراد ہے۔ جس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی آدم اور بنی آدم کے لئے مطیع اور مسخر ہونے سے انکار کر دیا اور اللہ سے قیامت برپا ہونے تک کے لئے مہلت طلب کی اور نسل انسانی کو گمراہ کرنے اور بہکانے کا موقع طلب کیا۔ شیطان اور ابلیس محض کسی مجرد قوت کا نام نہیں بلکہ وہ انسان کی طرح ایک صاحب تشخص ہستی ہے وہ فرشتہ نہیں بلکہ جنوں میں سے تھا اور جنوں کی جماعت کا سرغنہ ہونے کیوجہ سے اُسے اپنی عبادت پر بڑا ناز تھا جس کی بنا پر غرور تکبر کا مرتکب ہو کر سرکشی اور بغاوت پر اُتر آیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اپنی روح اس کے اندر پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سب فرشتے سربسجود ہو گئے مگر

شیطان نے انکار کیا اور غرور کیا جب اس سے پوچھا گیا تیری اس سرکشی کی وجہ کیا ہے اور تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ وہ بولا میں اس (آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ اسے مٹی سے۔ شیطان نے عزت و برتری کا ایک جھوٹا تصور اپنے ذہن میں قائم کیا اور سمجھا کہ وہ بزرگی اور عزت کے منصب پر فائز ہے اس جھوٹے اور بے بنیاد دعوے نے اسے راندہ درگاہ بنا دیا اور وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گیا۔ اس نے اللہ کو چیلنج کیا کہ وہ ثابت کرے گا کہ آدمؑ کو جس فضیلت سے مشرف کیا گیا ہے وہ ہرگز اس کا استحقاق نہیں رکھتا ۔اللہ نے فرمایا میرے بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا اور میرے بندے تیرے جھانسے میں ہرگز نہیں آئیں گے تیرے تمام تر حربے اور ہتھکنڈے اکارت جائیں گے۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ اس نے برملا اعلان کیا کہ وہ انسانوں کو شر اور بدی کی راہ پر لانے کیلئے اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا۔ قرآن حکیم اس کے کھلا دشمن ہونے کا اعلان فرماتا ہے کہ "لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے تمہیں بدی فحاشی کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں کوئی علم نہیں کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں" (البقرہ 169) گویا شیطان برائی اور بے حیائی کا داعی ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ وہ اسراف و تبذیر کی روش کو مستحکم کرنے پر پورا زور صرف کرتا ہے مگر اللہ کی راہ میں خرچ پر سدِ راہ بن جاتا ہے اور نادار، غریب اور افلاس کا شکار ہونے کا خوف دلاتا ہے۔ (البقرہ 267)

ہر وہ عمل جو اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہوتا ہے وہ شیطان کو سخت ناپسند اور ناگوار گزرتا ہے اس لئے وہ کوشش کرتا ہے کہ انسانوں کو ہر نیک کام سے دور رکھے اور ان سے ایسے کام کرائے جو اللہ کو پسند نہ ہوں اس لئے وہ ہر نیکی کے کام میں آڑ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور برائی کے کام کرانے میں ہر طرح کے حیلے بہانے ڈھونڈ کر لے آتا ہے۔ لیکن نیک لوگوں پر اس کا زور نہیں چلتا اس لئے شیطان نے لوگوں کو تین طبقات میں بانٹا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ:۔

1۔ پہلے طبقہ میں ایسے لوگ ہیں جن کے پاس میں جا نہیں سکتا کیونکہ یہ لوگ دینِ حق سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور ہمہ وقت اللہ سے رابطہ جوڑے رہتے ہیں، نیکیاں کرنے اور نیکیاں پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں میرا ان پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔

2۔ دوسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں جو ہمہ وقت شیطانی کاموں میں مصروف رہتے ہیں اچھائی اور برائی کی انہیں کوئی تمیز نہیں ہوتی یہی میرے پسندیدہ لوگ ہیں، یہ میرا کام خود بخود کرتے رہتے ہیں۔

3۔ لوگوں کا تیسرا طبقہ جو میرے بہکانے میں آ کر گناہوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ لیکن جلد ہی انہیں اپنے گناہوں کا احساس ہوجاتا ہے توبہ کرتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے ہیں تو اللہ انہیں معاف کردیتا ہے میں پھر انہیں بہلا پھسلا کر گناہوں پر راغب کرتا ہوں، انہیں پھر اپنے گناہوں پر شرمندگی ہوتی ہے۔ اللہ سے معافی مانگ کر پھر سیدھی راہ پر آجاتے ہیں بس ان لوگوں پر مجھے بہت محنت کرنی پڑتی ہے اور یہ کشمکش جاری رہتی ہے۔

دینِ حق سے گہرا اخلاص رکھنے والوں سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو شیطان کو اس گناہ کی نحوست سے یہ موقع میسر آجاتا ہے کہ وہ مخلصین کو دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے بزدلی اور گھبراہٹ پیدا کرے اور ان کی استقامت اور مردانگی میں ضعف پیدا کرے، جس طرح غزوہ اُحد میں شیطان نے مومنین کو بہکا کر ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ لیکن اللہ نے انہیں معاف کردیا کیونکہ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔

شیطان انسان کو برے اخلاق کی طرف راغب کرنے کے لئے ہر ایسا حربہ اختیار کرتا ہے جو خوش نما بھی ہو اور دلربا بھی۔ ایسی زیب و زینت سے آراستہ اور مزین ہو کر انسان اس پر فریفتہ ہوجائے اور اعمالِ بد میں گرفتار ہو کر اللہ کے غضب کا مستحق ہوجائے۔ ایسے میں شیطان اِسے اطمینان دلاتا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو خوب کر رہے ہو۔ وہ انہیں وعدوں اور امیدوں میں الجھاتا ہے۔ یوں لطف و لذت میں محو ہو کر انسان غلط راہوں پر گامزن ہوجاتا ہے۔

شیطان کی فریب کاری کے انداز بھی جدا ہیں۔وہ انسان کی کمزوری کی مناسبت سے اسے اپنے دام میں پھانس لیتا ہے اور انسانوں کے درمیان دوریاں اور دشمنیاں پیدا کرتا ہے۔ بغض وعداوت کو بڑھاتا ہے نمازوں اور نیک کاموں سے روکتا ہے۔

شیطان کے مفسدانہ اور تخریب کارانہ طرزِ عمل کی وجہ سے قرآن نے بندوں کو اس سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے اور اس کی رفاقت کو نہایت بری رفاقت قرار دیا ہے۔سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور سنا دیجئے آپ ﷺ! ان کو، اُس شخص کا حال جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا تو اس کے پیچھے شیطان لگ گیا۔اور وہ گمراہوں میں ہو گیا" مذکورہ بالا آیت میں جس شخص کا قصہ بیان کیا گیا ہے قرآن کریم میں اس کا نام مذکور نہیں ہے۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا نام **بلعم بن باعورا** تھا اور یہ بنی اسرائیل کا بہت بڑا عالم تھا۔بڑا عابد وزاہد اور مستجاب الدعا تھا۔اور اسم اعظم جانتا تھا مگر نفسانی خواہشات واغراض اور دنیا کی طرف میلان کا غلبہ ہوا تو سارے علم اور معرفت ختم ہو کر رہ گئے اور ہدایت کے بعد گمراہی میں پھنس کر ذلیل وخوار رہا۔جناب رسول ﷺ کا حکم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قوم کے سامنے اس عبرت ناک قصے کو سنائیے تا کہ آپ ﷺ کی قوم سن کر عقل وفہم سے کام لے کر عبرت حاصل کرے اور ایمان لے آئے۔

بلعم با عورا کا واقعہ:۔جب فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا اور مصر فتح ہو کر بنی اسرائیل کے ہاتھ آ گیا تو ربّ العزت کی طرف سے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہوا۔حضرت موسیٰؑ مجاہدین کفر شکن کو لے کر وہاں پہنچے اور کنعان کی زمین پر خیمہ زن ہو کر بلقا جو جبارین کا شہر تھا حملہ کا ارادہ کیا تو جبارین بہت گھبرائے اور ڈر گئے کیونکہ وہ فرعون اور اس کے لشکر کا انجام دیکھ چکے تھے جو شکست کھا کر تباہ وبرباد ہو گئے تھے اس لئے جبارین کی قوم کے سردار اور معززین جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور موسیٰؑ اور ان کے لشکر کے لئے بددعا کا کہا۔بلعم نے انکار کر دیا اور کہا کہ موسیٰؑ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ

اللہ کے فرشتے اور ایمان والے ہیں ۔میں نے بد دعا کی تو میں دنیا اور آخرت میں تباہ برباد ہوجاؤں گا۔بعض روایات میں آتا ہے کہ شاہ بلقائے نے بلعم کو دھمکی دی کہ اگر بد دعا نہ کی تو سولی پر لٹکا دیا جائے گا اور مفسرین اس کے قائل ہیں کہ قوم نے ایک بہت بڑی رقم رشوت کے نام پر اس کی بیوی کو دے کر آمادہ کرلیا کہ وہ بلعم کو بد دعا کے لئے آمادہ کرے۔چونکہ بلعم کو بیوی سے بے انتہا محبت تھی وہ بیوی کی محبت اور مال کی طلب میں اندھا ہوگیا اور بد دعا کیلئے اپنے گدھے پر بیٹھ کر مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف چل پڑا۔مقام دعا پر پہنچ کر بد دعا کرنے لگا اس وقت قدرت الٰہی کا عجیب وغریب کرشمہ ہوا کہ بلعم بد دعا کے جو الفاظ وکلمات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بولنا چاہتا تھا وہ سب قوم جبارین کے لئے اس کی زبان سے نکلتے تھے اور اپنی قوم کے لئے جو دعائیہ الفاظ بولنا چاہتا تھا وہ سب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کیلئے بولے جاتے تھے قوم جبارین نے دیکھا تو چلا اُٹھے کہنے لگے تم تو ہمارے لئے بد دعائیں کرتے ہو بلعم نے کہا میری زبان میرے اختیار سے باہر ہے اس بد دعا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بلعم کی زبان باہر نکل کر اس کے سینے پر لٹک گئی اور اس کی قوم تباہی وبربادی میں مبتلا ہوگئی ۔اب شیطان نے ایک اور چال چلی اور بلعم کو مشورہ دیا کہ قوم کے سامنے ایک تجویز پیش کرے کہ وہ اپنی حسین اور خوبصورت لڑکیوں کو تاجروں کی شکل میں مجاہدین کے لشکر میں بھیج دیں اور لڑکیوں سے کہہ دیں کہ بنی اسرائیل کا کوئی آدمی تم کو کچھ کہے یا چھیڑ خوانی کرے تو تم ان کو منع نہ کرنا ۔بلعم یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ لوگ عرصہ سے اپنے گھروں سے باہر ہیں آسانی سے بدکاری میں مبتلا ہو کر کامیاب و کامران نہیں ہوسکیں گے ۔لیکن یہ چال بھی کامیاب نہ ہوئی تاہم ایک اسرائیلی زنا کاری کے گناہ میں ملوث ہوگیا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل میں ایک طاعون پھیلا اور ایک ہی دن میں ستر ہزار اسرائیلی موت کے منہ میں چلے گئے اس زانی اسرائیلی اور لڑکی کو قتل کر کے منظر عام پر لٹکا دیا گیا پھر طاعون رفع ہوا (بکھرے موتی)

ایک دفعہ شیطان کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی ۔انہوں نے پوچھا تو کون ہے بولا شیطان ہوں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بڑے ڈورے ڈالتا

پھرتا ہے تیرے تجربے میں کون سی بات آئی ہے وہ کہنے لگا آپ نے تو بڑی عجیب بات پوچھی ہے میں آپ کو اپنی زندگی کا تجربہ کیسے بتاؤں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر کیا ہے بتادے وہ کہنے لگا تین باتیں میرے تجربے کا نچوڑ ہیں۔

(1) اگر آپ صدقہ کرنے کی نیت کریں تو فوراً دے دیں کیونکہ میری کوشش ہوتی ہے کہ نیت کے بعد بندے کو بھلا دوں۔

(2) جب اللہ سے کوئی وعدہ کریں تو فوراً پورا کردیں میری کوشش ہوتی ہے کہ میں اس وعدے کو توڑ دوں۔

(3) کسی غیرمحرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا کیونکہ میں مرد کی کشش عورت کے دل میں پیدا کرتا ہوں اور عورت کی کشش مرد کے دل میں پیدا کرتا ہوں اور اس طرح میں اپنا مقصد حل کر لیتا ہوں۔

جب شیطان نے کہا اے اللہ میں اولادِ آدم پر دائیں بائیں آگے پیچھے چاروں طرف سے حملے کرونگا تو فرشتے سن کر حیران ہوئے اللہ نے فرمایا میرے فرشتو حیران کیوں ہوتے ہو فرشتوں نے کہا اے اللہ آدم کے لئے مشکل بن گئی ہے وہ تو اس مردود کے ہتھکنڈوں سے نہیں بچ سکیں گے۔اللہ نے فرمایا تم اتنے متعجب نہ ہو اس نے چار سمتوں کا نام لیا ہے اور دو سمتوں اوپر اور نیچے کو بھول گیا ہے۔اس لئے میرا گناہگار بندہ جب کبھی نادم اور شرمندہ ہو کر میرے در پر آ کر اپنے ہاتھ مانگنے کیلئے اوپر اٹھائے گا تو شیطان اثر انداز نہیں ہو سکے گا اس لئے ابھی میرے بندے کے ہاتھ نیچے نہیں جائیں گے کہ میں اس کے گناہوں کو معاف کردونگا۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے کہ جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا باقی دشمن ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ہدیے، تحفے اور رشوت دے تو وہ نرم پڑ جاتے ہیں اور مخالفت چھوڑ دیتے ہیں اگر خوشامد کی جائے تو اسے بھی مان لیتے ہیں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم اگر اس کی خوشامد کر لیں تو یہ لعین ہماری جان چھوڑ دے گا یہ کبھی بھی نہیں مانتا کیونکہ یہ ایمان کا ڈاکو ہے اور اس کی ہر وقت اس بات پر نظر رہتی ہے کہ وہ کسی طرح انسان کو ایمان سے محروم کر دے اس کے لئے وہ

ہزاروں قسم کے حیلے بہانے ڈھونڈ تا رہتا ہے اور گناہوں کے کاموں کو خوب مزین کر کے پیش کرتا ہے اور انسان اس کے دام میں پھنس کر غلط کام کر بیٹھتا ہے اس کا سب سے پہلا وار عریانی پھیلانے کا ہوتا ہے دوسرا وار بیوی اور خاوند میں بدظنی اور جھگڑا فساد برپا کرنے کا ہوتا ہے اور تیسرا وار دینی کاموں سے منحرف کرنے کا ہوتا ہے ۔ایک دفعہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا اور کہا اے مردود تو بڑا بدمعاش ہے تو نے دنیا میں فساد مچایا ہوا ہے اور دنیا کا امن تباہ کر دیا ہے ۔مردود نے جواب دیا میں تو کچھ بھی نہیں کرتا صرف انگلی لگاتا ہوں ۔آدمی نے پوچھا کیا مطلب۔شیطان اسے ایک حلوائی کی دوکان پر لے گیا اور شیرہ والے برتن میں انگلی ڈبو کر دیوار پر لگا دی ۔ایک مکھی آ کر شیرہ پر بیٹھ گئی مکھی کو کھانے کے لئے ایک چھپکلی آ گئی ایک آدمی نے جوتا اٹھا کر چھپکلی کو مارا جوتا حلوائی کی مٹھائی پر گرا حلوائی غصہ میں آ کر آدمی کو برا بھلا کہنے لگا دونوں آپس میں الجھ گئے اور معاملہ ہاتھا پائی تک پہنچ گیا ادھر سے حلوائی کے لوگ آ گئے ادھر سے اس آدمی کے لوگ بھی جمع ہو گئے حلوائی کی دوکان میدان کارزار بن گئی کسی کا بازو ٹوٹ گیا تو کسی کا سر پھٹ گیا۔شیطان نے اس آدمی سے کہا دیکھا میں نے تو صرف انگلی لگائی ہے باقی سارے کام تو ان لوگوں نے خود ہی کئے ہیں ۔

دُعائے مغفرت

ملتان کے سینئر پیر بھائی محمد رمضان کھیڑا (المعروف کمانڈر صاحب)

اور عبدالغفار پھلروان صاحب

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (ان للہ و انا الیہ راجعون)

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت کیلئے دعا فرمائیں

فقیر دا گیت

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

ذکر اللہ دا کریے   تاں گل بن دی اے

جے کامل مرشد پھڑیے   تاں گل بن دی اے

الا اللہ دیاں ضرباں لا کے   دل تے اسدا نقش جما کے

سینہ روشن کریے   تاں گل بن دی اے

اٹھدے بہندے لیٹے رہیے   ہر دم نام اللہ دا لیے

ہر ساہ نال یاد جے کریے   تاں گل بن دی اے

بھانویں دولت عزت سکھ ہوون   بھانویں غربت فاقے دکھ ہوون

غیراں ول نظر نہ کریے   تاں گل بن دی اے

جے پیار اللہ دا چاہی دا   لڑ پھڑ لو مدنی ماہی دا

پیراں تے پیر جے دھریے   تاں گل بن دی اے

کڈھ بغض تے نفرت غصے نوں   چھڈ غیبت جھوٹ دے قصے نوں

ہر اک نال پیار جے کریے   تاں گل بن دی اے

لبھدا پھریں توں چار چوفیرے   منزل تیری من وچ تیرے

جے نظر اندر ول کریے   تاں گل بن دی اے

ایتھے خالی علم ناں چلدا اے   دیوے نال دیوا بلدا اے

اس نور نوں حاصل کریے   تاں گل بن دی اے

شاہ رگ توں اوہ نیڑے وسے   پتہ ٹھکانا عرش دا دسے

”دو تارا“ سر وچ کریے   تاں گل بن دی اے

جس پیدا کیتا کل جہان   اوہنوں جان اپنی دا مالک جان

جند جان حوالے کریے   تاں گل بن دی اے

اوہدا ذکر سیاہی دھو جاوے   دل عرش الٰہی ہو جاوے

تچیاں نال سنگ جے کریے   تاں گل بن دی اے

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
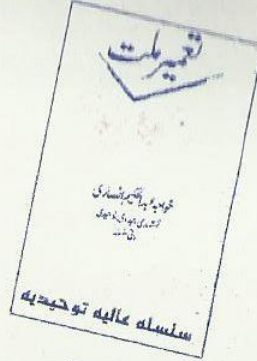
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصری کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
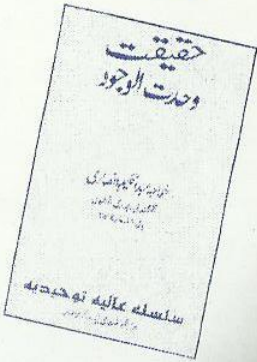
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو اُنہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندۂ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

فرموداتِ فقیر

مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اِس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com